ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر
احمد طاہر مرزا

فروری 2012ء تبلیغ 1391 ہش

مسیح موعود کی آسمانی بادشاہت ہزاروں سال چلے گی

○ پیشگوئی مصلح موعود دین کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ○ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟

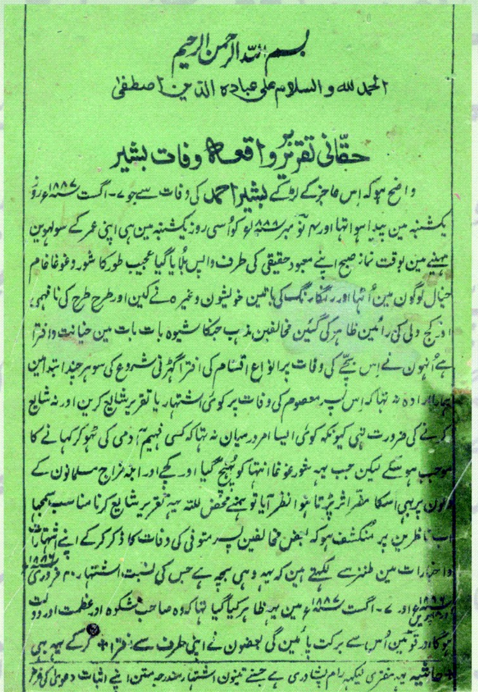

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء روز
یکشنبہ مین پیدا ہوا تہا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اُسی روز یکشنبہ مین ہی اپنی عمر کے سولہوین
مہینے مین بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا عجیب طور کا شور و غوغا خام
خیال لوگون مین اُٹہا اور رنگارنگ کی باتین خویشون وغیرہ نے کین اور طرح طرح کی نافہمی
اور کج دلی کی رائین ظاہر کی گئین مخالفین مذہب جنکا شیوہ بات بات مین خیانت و افترا
ہے اُنہون نے اس بچے کی وفات پر انواع اقسام کی افترا گہڑنی شروع کی سو ہرچند ابتدا مین
ہمارا ارادہ نہ تہا کہ اس نے معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شایع کرین اور نہ شایع
کرنے کی ضرورت تہی کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تہا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹہوکر کہانے کا
موجب ہو سکے لیکن جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانون کے
دلون پر بہی اسکا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہمنے محض للہ یہ تقریر شایع کرنا مناسب سمجہا
اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین نے متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات
و اخبارات مین طنز سے لکہتے ہین کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
و ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مین یہ ظاہر کیا گیا تہا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت
ہوگا اور قومین اُس سے برکت پائین گی بعضون نے اپنی طرف سے افترا* کر کے یہ بہی

* حاشیہ یہ مفتری لیکہرام پشاوری ہے جسنے تینون اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعویٰ کی غرض

عکس سبز اشتہار (طبع اوّل)

- ہم نے تو اشاعت دین کرنی ہے، کہیں اور چلے جائیں گے......
- ’’جری اللہ فی حلل الانبیاء‘‘ ایک اعتراض کا جواب
- کتاب The Arrival of British Empire in India کی اصل حقیقت
- لہو ہمارا بہانے والو تمہیں کبھی تو ملال ہوگا

''یہ خادم سلسلہ آخر دم تک سلسلہ کے لئے وقف رہا''

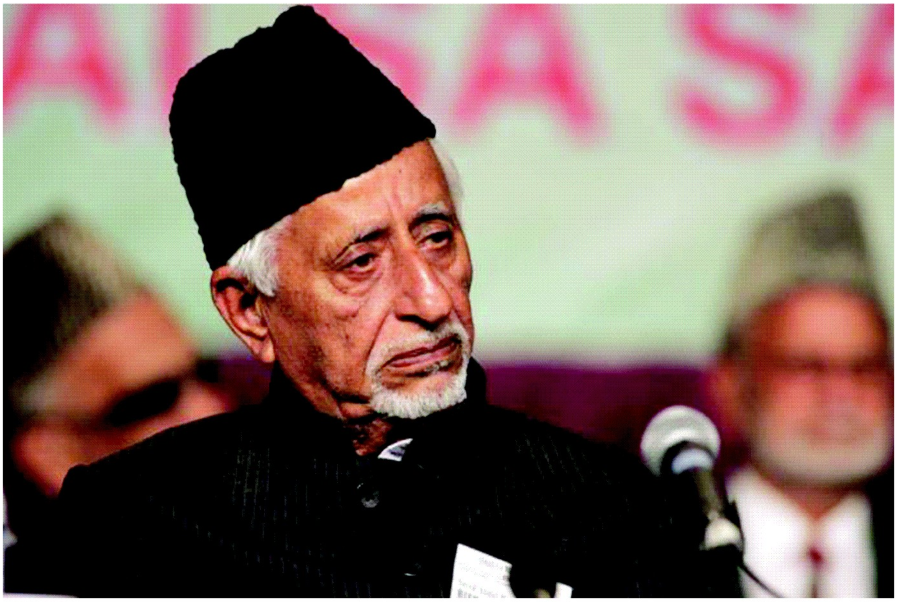

محترم مولانا سید عبدالحی شاہ صاحب

(12/ جنوری 1932ء۔ 18 دسمبر 2011ء)

سلسلہ احمدیہ کے عظیم سرمایہ، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے، فنا فی اللہ، اپنے خدا کو راضی کرنے والے، ہر وقت قربانی کیلئے تیار رہنے والے، اپنے عہدوں کو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر نبھانے والے، وقف اور امانت کا حق ادا کرنے والے عظیم واقف زندگی اور 56 سال تک خدمات دین بجالانے والے ہمارے بزرگ محترم مولانا سید عبدالحی شاہ صاحب ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے 11 نومبر 1950ء کو وقف زندگی کا فارم پُر کیا۔ 1956ء سے تادم زیست عہد وقف نبھانے کا حق ادا کر کے دکھا دیا۔ 1957ء میں جب کتب حضرت مسیح موعودؑ بصورت روحانی خزائن اشاعت کا آغاز ہوا تو آخری چار جلدوں میں آنمکرم کو بھی کام کرنے

(بقیہ تعارف اندرون پُشتہ)

ماہنامہ انصار اللہ

احمدی انصار کی تعلیم وتربیت کے لئے

تبلیغ 1391ھ فروری 2012ء/جلد 53/شمارہ 2

ایڈیٹر: احمد طاہر مرزا

اداریہ	2
القرآن الکریم	4
حدیث نبویؐ	5
پیشگوئی مصلح موعود	6
عشق و وفا کے دیپ	8
پیشگوئی مصلح موعود دین کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان	9
ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخری غلبہ ہمارا ہے	25
''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' ایک اعتراض کا جواب	26
1857ء کا ''جذبہ جہاد'' ایک سازش کی اصل حقیقت	27
اخبار مجالس	37
لہو ہمارا بہانے والو	39

نائبین: ریاض محمود باجوہ ○ محمود احمد اشرف ○ مبشر احمد خالد

❑❖○⌘⌘❖⌘⌘○❖❑

فون نمبر 047-6212982۔فیکس 047-6214631 موبائل نمبر مینیجر (0336-7700250)

ای میل: magazine@ansarullahpk.org قائد اشاعت quaid.ishaat@ansarullahpk.org

پبلشر: عبد المنان کوثر پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: فرحان احمد ذکاء

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ دارالصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ) مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ پاکستان سالانہ: 200 روپے۔ قیمت فی پرچہ: 20 روپے

اداریہ

مسیح موعود کی آسمانی بادشاہت ہزاروں سال چلے گی

''یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے''

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

آئرلینڈ کے مسٹر جوزف بارکلے (1831–1881) جو یروشلم میں Anglican Bishop تھے، نے طالمود میں Specializataion کی ،عبرانی زبان سیکھی اور بعد میں طالمود کی 10 ضخیم جلدوں میں سے انتخاب کر کے 1877ء میں ایک جلد پر مشتمل ایک کتاب (جو 389 صفحات اور 18 ابواب پر مشتمل ہے) لکھی ۔جس میں مسیح ثانی کی آمد کے بارہ میں لکھا:

"The Kingdom of the Messiah will endure for thousands of years."

یعنی مسیح کی بادشاہت ہزاروں سال تک قائم رہے گی ۔پھر مسیح موعود کی اولاد کے بارہ میں لکھا:

" It is also said that He shall die and His kingdom descend to His son and grandson. In proof of this opinion Issiah xlii 4 qouted:"[1]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی ۔اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے۔

قدیم سے الٰہی نوشتوں کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کی آسمانی بادشاہت ہزاروں سال جاری رہے گی ۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدائے رحمٰن کا حکم ہے اس کے خلیفہ کیلئے جس کی آسمانی بادشاہت ہے۔اس کو ملک عظیم دیا جائے گا۔اور خزینے اس کیلئے کھولے جائیں گے۔یہ خدا کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔''

پھر فرمایا:

1. Barclay,Joseph The Talmud, 1st ed .London: Johan Murray, 1878 .introduction, P.37

''کسی آئندہ زمانے کی نسبت یہ پیشگوئی ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کشفی رنگ میں کنجیاں دی گئی تھیں مگر ان کنجیوں کا ظہور حضرت عمر فاروقؓ کے ذریعہ سے ہوا۔ خدا جب اپنے ہاتھ سے ایک قوم بناتا ہے تو پسند نہیں کرتا کہ ہمیشہ ان کو لوگ پاؤں کے نیچے کچلتے رہیں۔ آخر بعض بادشاہ ان کی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس پر طرح وہ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پاتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ہوا۔''
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص 94 ح)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آسمانی بادشاہت کا فیضان قدرت ثانیہ کے ذریعہ جاری وساری ہے۔ ہم سب کو بلاناغہ دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ خلافت احمدیہ سے محروم دنیا کو بھی اللہ تعالیٰ اس آسمانی مائدہ کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کیلئے لازم ہے کہ خلافت سے زندہ اور پختہ تعلق استوار ہو۔ مسیح موعود کی یہ آسمانی بادشاہت جو اب خلافت خامسہ کے مبارک دور میں داخل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ اسے تا قیامت قائم وسلامت رکھے۔ پیشگوئی مصلح موعود بھی پیشگوئی قدرت ثانیہ کا ایک اہم حصہ ہے اور یہ مشن ہمیشہ جاری رہے گا۔ آپ کے کام کو آگے بڑھانے والوں کی ضرورت ہے جیسا کہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''یوم مصلح موعود'' کا حق ادا کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہوگی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں ......اور اصلاح کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے (دین) کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔'' (خطبہ جمعہ 18 رفروری 2011 بمقام بیت الفتوح، لندن)

القرآن الکریم

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ۝ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ (المرسلات:8تا11)

''تم سے جس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ پوری ہو کر رہے گی اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ اور آسمان میں شگاف ہو جائیں گے۔ اور جب ستارے اڑائے جائیں گے اور جب سب رسول اپنے وقتِ مقررہ پر لائے جائیں گے۔''

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور جب رسول وقت مقرر پر لائے جائیں گے یہ اشارہ درحقیقت مسیح موعود کے آنے کی طرف ہے اور اس بات کا بیان مقصود ہے کہ وہ عین وقت پر آئے گا اور یاد رہے کہ کلام اللہ میں رُسل کا لفظ واحد پر بھی اطلاق پاتا ہے اور غیر رسول پر بھی اطلاق پاتا ہے اور یہ مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اکثر قرآن کریم کی آیات کئی وجوہ کی جامع ہیں جیسا کہ یہ احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن شریف کے لئے ظہر بھی ہے اور بطن بھی۔ پس اگر رسول قیامت کے میدان میں بھی شہادت کیلئے جمع ہوں تو اٰمنّا و صدّقنا لیکن اس مقام میں جو آخری زمانہ کی اہتر علامات بیان فرما کر پھر اخیر پر یہ بھی فرمادیا کہ اس وقت رسول وقت مقرر پر لائے جائیں گے۔ تو قرائن بیّنہ صاف طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اُس ظلمت کے کمال کے بعد خدا تعالیٰ کسی اپنے مرسل کو بھیجے گا۔ تا مختلف قوموں کا فیصلہ ہو۔''

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد ششم صفحہ 319)

ان آیات کی تفسیر میں سیدنا حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

''یعنی علماء خراب ہو جائیں گے یعنی الہام کا سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا۔ یعنی دنیا کے بادشاہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔ یعنی ایک ایسا مامور کھڑا ہوگا جسے سب نبیوں کے نام دیئے جائیں گے۔ یعنی اس کے متعلق موسیٰ، عیسیٰ، رامچندر اور بدھ سب پیشگوئیاں پوری ہوں گی۔ اسی طرح بعد کے ولیوں کی جیسے امام احمد سرہندیؒ اور نعمت اللہ ولیؒ وغیرہ کی پیشگوئیاں بھی ہوں گی۔''

(ترجمہ و تفسیر از تفسیر صغیر زیر آیات محولہ بالا صفحہ 791)

حدیث نبوی ﷺ

یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ[1]۔

عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور اُن کی اولاد ہوگی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین ..... کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے[2]۔''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح آئے گا تو اُس کی اولاد ہوگی ..... اب اولاد تو اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پیشگوئی فرمائی تھی تو یقیناً کسی اہم بات کی اور وہ یہی بات تھی کہ اُس کی اولاد ہوگی اور وہ ایسی خصوصیات کی حامل ہوگی جو دین کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو توحید کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کا باعث بنے گی۔

اب اس پیشگوئی کے مطابق جس سال میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے ہیں یعنی 1889ء میں، اسی سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیعت بھی لی۔ اُسی سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ بیعت بھی لے لو۔ اور یوں اس سال میں باقاعدہ طور پر اُس جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس نے (دین کی اشاعت) کا کام بھی کرنا تھا، اپنی حالتوں کو بھی سنوارنا تھا اور مسیح ومہدی کی بیعت میں آکر آنحضرت کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا بننا تھا اور آپ کے جماعت قائم کرنے کا یہی مقصد تھا[3]۔''

1۔الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی، جلد دوم صفحہ 814

2۔حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 ص 325

3۔خطبہ جمعہ فرمودہ 18 فروری 2011ء بمقام ..... بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

ارشاداتِ عالیہ

پیشگوئی مصلح موعود

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔(جلّشانہ وعزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا۔ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین ..... کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو انکار اور تکذیب کی راہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنمو ائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظھر الاوّل و الآخر مظھر الحق و العلاء کَاَنَّ اللہَ نزل مِنَ السمآءِ جس کا نزول بہت

مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَقْضِیًا ۔

پھر خدائے کریم جلّشانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلا دے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخر دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ ...... کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم

میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔''

راقم خاکسار غلام احمد مؤلف (براہین احمدیہ)

ہوشیارپور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس 20 رفروری 1886ء

(ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء بحوالہ روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 647-648)

عشق و وفا کے دیپ

''ہم نے اشاعت دین کرنی ہے اس جگہ کو ہم چھوڑ دیویں گے کہیں اور جگہ چلے جاویں گے''

حضرت چوہدری حاکم علی صاحب چک نمبر 9 پنیار ضلع سرگودھا بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جب کبھی ہوا میں بھی پیغام حضور کی خدمت شریف میں بھیجتا تو میری تکلیف رفع ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن اس وقت ہماری حالت بھی دعاؤں کی جاذب ہوتی تھی۔ اور جوش بھی ایسا ہوتا تھا کہ جن دنوں میں مرزا نظام الدین وغیرہ نے دیوار دروازہ کے آگے بنائی تھی۔ تو حضرت صاحب نے ہمیں ڈپٹی کمشنر کی طرف بھیجا۔ جب ہم ڈپٹی کمشنر کو ملے تو اس نے سختی سے جواب دیا۔ تو حضرت صاحب نے دوسرے روز اپنے چند آدمی بلائے تو فرمایا کہ ہمیں ایسے منذر الہام ہوئے ہیں لیکن ہم نے اشاعت (دین) کرنی ہے۔ اس جگہ کو ہم چھوڑ دیویں گے۔ کہیں اور جگہ چلے جاویں گے۔ اس پر حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ حضور بھیرہ تشریف لے چلیں۔ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور سیالکوٹ تشریف لے چلیں۔ اس کے بعد میں نے عرض کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں تشریف لے چلیں۔ اور ہمارے گاؤں میں یہ فائدہ ہے کہ کوئی آدمی مخالفت کرنے والا وہاں نہیں ہے۔ اس پر حضور نے مجھے فرمایا کہ وہاں سے شہر کتنی دور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور شہر تو تین کوس پر ہے۔ لیکن ضروریات ہم تمام اپنے گاؤں میں مہیا کریں گے۔ فکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ جس وقت ہم نے تیاری کی پھر دیکھیں گے اس قدر ہم میں عشق تھا۔'' (رجسٹر روایات جلد 12 صفحہ 156-157)

پیشگوئی مصلح موعود دین کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ایک خاص نشان ہے

- اُس وقت دین کی اس نازک حالت پر اگر کوئی حقیقت میں فکرمند تھا اور دین کا دفاع کرنا چاہتا تھا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی تھے
- پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت وافادیت کا پُر معارف بیان
- یہ نشان مُردوں کو زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے
- ہر ملک میں یہ ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں
- حضرت مصلح موعود کی غیر معمولی دینی خدمات پر غیروں کا خراج تحسین
- علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا

فرمودات سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے وہ پہلوان ہیں جن کو خود خدا تعالیٰ نے جری اللہ کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ خطاب آپ کو کیوں عطا فرمایا؟ اس لئے کہ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اور آپ (دین) کے دفاع کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

اگر کوئی حقیقت میں فکرمند تھا اور دین کا دفاع کرنا چاہتا تھا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے

ہر مذہب کے بارہ میں آپ کا گہرا مطالعہ اور علم تھا اور ہر مذہب کے مقابل پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے آپ ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ جب ہندوستان میں عیسائی مشنریز (Missionaries) کا زور ہوا اور

اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اس زمانہ میں لاتعداد پمفلٹ اور اشتہارات تقسیم ہوئے جس نے مسلمانوں کو عیسائیت کی جھولی میں ڈالنا شروع کر دیا اور جو عیسائیت میں شامل نہیں ہوئے ان میں سے لاتعداد مسلمان ایسے تھے جن کے ذہنوں میں اسلام کی تعلیم کے خلاف شبہات پیدا ہونے لگے۔ اور پھر عیسائیت کے اس حملے کے ساتھ ہی آریہ سماج اور برہمو سماج اٹھے۔ یہ تحریکیں بھی پورے زور سے شروع ہوئیں اور مسلمانوں کا اس وقت یہ حال تھا کہ بجائے اس کے کہ دوسرے مذاہب کا مقابلہ کریں آپس میں دست وگریباں تھے ایک دوسرے پر تکفیر کے فتوے لگا رہے تھے۔ **اس وقت (دین) کی اس نازک حالت پر اگر کوئی حقیقت میں فکرمند تھا اور (دین) کا دفاع کرنا چاہتا تھا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے۔ اس وقت (دین) پر جو حملے ہو رہے تھے آپ نے ان سب کے توڑ کے لئے ایک کتاب لکھی جس کا نام براہین احمدیہ رکھا جس میں آپ نے قرآن کریم کو کلام الٰہی اور ہر لحاظ سے مکمل کتاب کے طور پر پیش کیا اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت اور آپ کا افضل ہونا ثابت کیا اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا۔** جس نے تمام مذاہب جو اسلام کے مقابلہ پر تھے اُن کو ہلا کر رکھ دیا اور وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کے اوچھے اور گھٹیا حملے کرنے میں اور زیادہ تیز ہو گئے۔ آپ کے اس نئے انداز نے جو آپ نے براہین احمدیہ میں پیش فرمایا اور آپ کا (دین حق) کے دفاع کا، (دین حق) کی تعلیم کی خوبصورتی بیان کرنے کا جو طریق تھا اس کو بہت سے مسلمان علماء نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن جب آپ نے اشتہاروں وغیرہ کے ذریعہ سے (دین حق) کے پیغام کو مزید وسعت دی تو مسلمانوں کا بھی ایک طبقہ آپ کے خلاف ہو گیا اور غیروں کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔

آپؑ نے اُس زمانہ میں (دین حق) کا پیغام جس جوش سے دنیا تک پہنچایا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے اور آپ کے ایک (رفیق) حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کے حوالہ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ اُس وقت آپ نے 20 ہزار کی تعداد میں اشتہار چھپوایا اور دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں بھی اس زمانہ میں ڈاک جا سکتی تھی تمام بادشاہوں اور ارباب حکومت کو، وزیروں کو، مدبرین کو، مصنفین کو، علماء کو، نوابوں وغیرہ کو وہ اشتہار بھجوایا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب آپ کا دعویٰ مسیحیت نہیں تھا بلکہ مجدد کے طور پر آپؑ نے پیغام دیا تھا اور (دین حق) کی خوبیاں بیان کی تھیں۔ بہرحال اس پیغام سے جب یہ دنیا میں مختلف جگہوں پر گیا تھا تو دنیا کے لوگوں میں ایسی خاص کوئی ہل چل پیدا نہیں ہوئی لیکن ہندوستان کے اندر جو دوسرے مذاہب تھے جن کا اندازہ تھا کہ اب ہم نے مسلمانوں کو اپنے اندر سمیٹنا ہی سمیٹنا، ان پر ایک زلزلہ آ گیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اسلام کے دفاع میں ایک کتاب لکھی گئی ہے اور اب براہ راست مقابلہ کیلئے اور اسلام کی عظمت بیان کرنے کیلئے اشتہارات بھی تقسیم کئے جا

رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ غیر مسلم جو بھی حربہ اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔.....بہر حال اس صورت حال میں آپ نے بڑے درد سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ مَیں تیرے آخری اور کامل دین اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ جو تیرے بہت زیادہ پیارے ہیں ان کے دفاع کے لئے سب کچھ کر رہا ہوں اس لئے اے اللہ تو میری مدد کر۔

ہوشیار پور میں چلہ کشی

اور اس سوچ کے ساتھ آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ایک چلہ کشی کریں۔ یعنی چالیس دن تک علیحدہ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ سے خاص دعائیں کریں تا کہ خدا تعالیٰ سے (دین حق) کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا خاص تائیدی نشان مانگیں۔ اس کے لئے پہلے آپ نے استخارہ کیا کہ کس جگہ پر چلہ کشی کی جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتایا گیا کہ یہ چلہ کشی کا مقام ہوشیار پور ہو گا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لئے ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا۔ آپ کے ساتھ اس وقت تین ساتھی تھے جن میں ایک تو مولوی عبد اللہ سنوری صاحب تھے، حافظ حامد علی صاحب تھے اور فتح خان صاحب تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک دوست شیخ مہر علی صاحب کو جو ہوشیار پور کے تھے خط لکھا کہ مَیں وہاں دو ماہ کے لئے آ رہا ہوں۔ میرے لئے ایک علیحدہ گھر کا انتظام کر دیں تا کہ علیحدگی میں صحیح طرح خدا تعالیٰ کی عبادت ہو سکے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی کہہ دیا کہ اس عرصہ میں کوئی مجھے نہ ملے اور کسی قسم کی ملاقاتیں نہیں ہوں گی۔ بہر حال شیخ صاحب نے اپنا ایک مکان جو شہر سے باہر تھا اس میں آپ کا انتظام کروا دیا۔ آپ وہاں چلّہ کشی کیلئے 22 جنوری 1886ء کو پہنچے اور دوسری منزل میں جا کر اپنے ٹھہرنے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی کہ نہ کوئی مجھے ملے اور نہ تم لوگوں نے مجھ سے کوئی بات کرنی ہے حتیٰ کہ کھانے وغیرہ کے لئے جب کھانا لے کر آؤ تو میرے کمرے میں رکھ دینا۔ جب مَیں نے کھانا ہو گا کھا لوں گا۔ بہر حال اس چلّہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت سے انکشافات فرمائے۔

اشتہار 20 فروری 1886ء

چنانچہ 20 فروری 1886ء کو آپ نے وہیں سے ایک اشتہار شائع فرمایا اور اسے مختلف علاقوں میں بھجوایا۔ اس میں بہت ساری پیشگوئیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان سے آپ کی زندگی میں پوری کیں اور بعد میں بھی پوری کرتا گیا.....۔ آج بھی اتفاق سے 20 فروری ہے۔ یہ جو پیشگوئی تھی یہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کی پیدائش اور اس کی خصوصیات کے بارے میں کی تھی اور جیسا کہ مَیں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ موعود بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی آپ

نے انہی دعاؤں کے دوران اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کی تھی جب آپ اللہ تعالیٰ سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی صداقت کا نشان دشمنان اسلام کا منہ بند کرنے کیلئے مانگ رہے تھے۔ پس یہ پیشگوئی کوئی معمولی پیشگوئی نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی بھی اور اس پیشگوئی کا مصداق بھی اس زمانے میں اسلام کی عظمت ثابت کرنے کا ایک نشان ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر ہے کہ 1889ء میں جس سال حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت لینے کا اذن ہوا اسی سال میں اس پیشگوئی کا مصداق موعود بیٹا پیدا ہوا۔ بہر حال اس پیشگوئی کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ نے جو اشتہار دیا اس میں فرمایا کہ:

پیشگوئی مصلح موعود

''پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر کے متعلق ہے آج 20 فروری 1886ء میں جو مطابق 15 جمادی الاوّل ہے برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں درج ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ'' فرمایا ''پہلی پیشگوئی بِاِلْهَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِہٖ عَزَّوَجَلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں وہ موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ

نوراللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا'' لکھا ہے'' (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور۔جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔''

(اشتہار 20 رفروری 1886ء۔ازمجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 100-103۔مطبوعہ لندن)

یہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں اور اگر اس کی جزئیات میں جائیں تو یہ تقریباً 52 پوائنٹس بنتے ہیں اور پیشگوئی کے بارے میں جو بعض دوسرے الہامات تھے ان کو اگر شامل کریں تو حضرت مصلح موعودؓ نے خود ہی ایک جگہ 59 پوائنٹس بھی لکھے ہیں۔تو یہ ہے وہ عظیم پیشگوئی جس کے پورا ہونے کیلئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ بتایا کہ 9 سال کے عرصہ میں یہ لڑکا پیدا ہوگا اور ان خصوصیات کا حامل ہوگا جو مَیں نے بیان کی ہیں۔

اس پیشگوئی کے کچھ عرصہ بعد جب آپ نے اشتہار شائع کر دیا اور اعلان ہوا تو آپ کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی جس کا نام عصمت تھا۔اس پر مخالفین نے بہت شور مچایا کہ آپ کی پیشگوئی غلط ثابت ہوگئی۔آپ نے فرمایا کہ مَیں نے تو معیّن عرصہ دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ فوری طور پر پیدائش ہوگی۔بہر حال پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر رکھا گیا اور یہ بشیر اوّل کہلاتے ہیں۔لیکن کچھ عرصہ بعد بچپن میں ہی ان کی بھی وفات ہوگئی تو مخالفین نے اس پر بڑا شور مچایا بلکہ ان دونوں بچوں کی پیدائش سے پہلے جب آپ نے پیشگوئی کی تھی تو پنڈت لیکھرام نے بڑے گھٹیا الفاظ میں آپ کی پیشگوئی کے ہر فقرے کے مقابلہ پر آپ کی اس پیشگوئی کے ردّ کے فقرے کہے تھے۔مثلاً ایک فقرہ پیشگوئی کا یہ ہے کہ'' ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا''۔اس کے مقابلے پر لیکھرام نے لکھا کہ مجھے بھی خدا نے بتایا ہے کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔نہایت درجہ (زیادہ سے زیادہ) تین سال تک شہرت رہے گی نیز اگر کوئی لڑکا پیدا ہوگا تو وہ رحمت کا نشان

نہیں رحمت کا نشان (نعوذ باللہ) ہوگا۔اور بہت سی خرافات تھیں۔

ہر ملک میں یہ ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں

مصلح موعود کی پیشگوئی پورا ہونے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اب تیری نسل تجھ سے ہی دنیا میں پھیلے گی تو آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں پھیلایا ہوا ہے۔اور لیکھر ام کی اولاد کا تو پتہ نہیں کہ وہ کہیں ہے بھی کہ نہیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو روحانی اولاد ہے وہ دنیا میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ہر ملک میں یہ ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔بہر حال بشیر اوّل کے فوت ہونے پر دشمن نے اور بھی تالیاں بجائیں بڑے خوش ہوئے اور لیکھر ام کے جو چیلے تھے مزید اچھلنے لگے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار ہا کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو عرصہ بتایا ہے اس کا انتظار کرو۔اگر کہو کہ یہ لمبا عرصہ ہے تو کون یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ اتنی زندگی ہو بھی سکتی ہے کہ نہیں کجا یہ کہ بیٹے کی پیشگوئی ہو۔پھر بیٹے کے بارہ میں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ کہہ دیا، تُکّا لگا دیا۔لوگوں کے بھی بیٹے ہوتے ہیں۔ بیٹیاں بھی ہوتی ہیں۔اپنی زندگی کے بارہ میں فرمایا کہ اس وقت تک زندگی بھی رہے گی۔یا پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے بات ہی کرنی ہے۔جس طرح لیکھر ام نے اپنی طرف سے الہام بنا کر پیش کر دیا ہے آپ نے بھی کر دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ بیٹے کے ساتھ نشانات بھی ہیں۔جب وہ نشانات پورے ہوں گے تو دنیا خود جان لے گی کہ اعلان کرنے والا یقیناً خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اعلان کرنے والا ہے جو حق ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ:

> ’’جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اوس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولّد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 116-117)

یعنی صرف لڑکے کی خبر نہیں دی بلکہ ایک ایسے لڑکے کی خبر دی ہے جو اس عرصہ میں پیدا ہوگا عمر پائے گا، (دین حق) کی خدمت کرے گا۔آنحضرت ﷺ کے نام کو پھیلائے گا اور پھر زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔بہر حال دشمنان (دین) کی طرف سے مختلف اعتراضات ہوتے رہے۔9 سال کی مدت پر بھی جیسا کہ مَیں نے کہا اعتراض ہوا اور بشیر اوّل کی وفات پر دشمن بڑا خوش تھا۔بشیر اول کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارے میں پیشگوئی 8/اپریل 1886ء کے اشتہار میں کی تھی وہ پیدا ہو کر صغرسنی (چھوٹی عمر) میں فوت ہو گیا۔ اس کا مفصل جواب اسی تقریر میں مذکور ہے اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے''۔ یعنی جو لڑکا پیدا ہوا تھا بشیر اول وہی عمر پانے والے یا مصلح موعود ہیں۔'' بلکہ ہمارے اشتہار 20 فروری 1886ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔ پس سوچنا چاہئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی۔ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ 20 فروری 1886ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے''۔ یہ جو پیشگوئی مَیں نے پڑھی اس کے یہ الفاظ تھے۔ فرماتے ہیں'' یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چندروز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہوسکتا اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) بکلّی پاک ہے۔ یہ بھی اس کی صغرسنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے''۔ (چھوٹی عمر میں وفات پر دلالت کرتی ہے)'' اور یہ دھوکہ کھانا نہیں چاہئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔.....''

پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التواء میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے، پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا''۔

(سبز اشتہار۔ روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 466-467۔ حاشیہ)

بہر حال 12 جنوری 1889ء کو پیشگوئی کے تین سال کے بعد یہ لڑکا پیدا ہوا جن کا نام مرزا بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب سر الخلافہ میں (یہ کتاب 1894ء میں لکھی گئی تھی) تحریر

فرماتے ہیں کہ:

''میرا ایک چھوٹا بیٹا جس کا نام بشیر تھا'' (بشیر اول مراد ہے) ''اللہ تعالیٰ نے اسے شیر خواری میں ہی وفات دے دی۔ ...... تب مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ ہم اسے از راہ احسان تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے۔ ایسا ہی اس بچے کی والدہ نے رؤیا میں دیکھا کہ بشیر آ گیا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں آپ سے نہایت محبت کے ساتھ ملوں گا اور جلد جدا نہ ہوں گا اور اس الہام اور رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسرا فرزند عطا فرمایا۔ ...... تب مَیں نے جان لیا کہ یہ وہی بشیر (موعود) ہے اور خدا تعالیٰ اپنے وعدں میں سچا ہے۔ چنانچہ مَیں نے اس بچے کا نام بشیر ہی رکھا اور مجھے اس کے جسم میں بشیر اوّل کا حلیہ دکھائی دیتا ہے''۔

(سرالخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 381۔ عربی سے ترجمہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم فرزند کی ذات میں، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ذات میں، جو بشیر ثانی ہیں، پیشگوئی مصلح موعود بڑی شان سے پوری ہوئی۔ جس کا اظہار ایک دنیا نے کیا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد خلیفہ بنے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے 52 سال آپ کی خلافت رہی اور آپ کے زمانہ میں جماعت نے جس طرح ہندوستان سے باہر نکل کر ترقی کی ہے یہ بھی اس پیشگوئی کی سچائی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے دور کا احاطہ کریں تو ایک وقت میں اس بارہ میں کچھ کہنا مشکل کیا ناممکن ہے۔ لیکن اس وقت مَیں پیشگوئی کے پورا ہونے کے جو خاص نشانات ہیں اور اس سلسلہ میں بعض واقعات حضرت مصلح موعود کی اپنی زبان میں اور جو غیروں نے بیان کئے وہ بیان کروں گا۔ یہاں یہ بھی بتا دوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو مصلح موعود تھے اس وقت تک اپنے بارے میں اعلان نہیں فرمایا کہ میں مصلح موعود ہوں جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا نہیں دیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر 1944ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ سے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔ پہلے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی بعض شہادتیں جو غیروں کی ہیں وہ پیش کر دیتا ہوں۔

پیشگوئی کی علامات پورا ہونے کے متعلق غیروں کی بعض شہادتیں

ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خاں صاحب فاروقی نے قیام پاکستان سے پہلے ''اظہار حق'' کے نام سے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ:

''آپ کو (یعنی مسیح موعود کو) اطلاع ملتی ہے کہ مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا

۱۲۰ واں جلسہ سالانہ قادیان منعقدہ 26 تا 28 دسمبر 2011ء کے مناظر

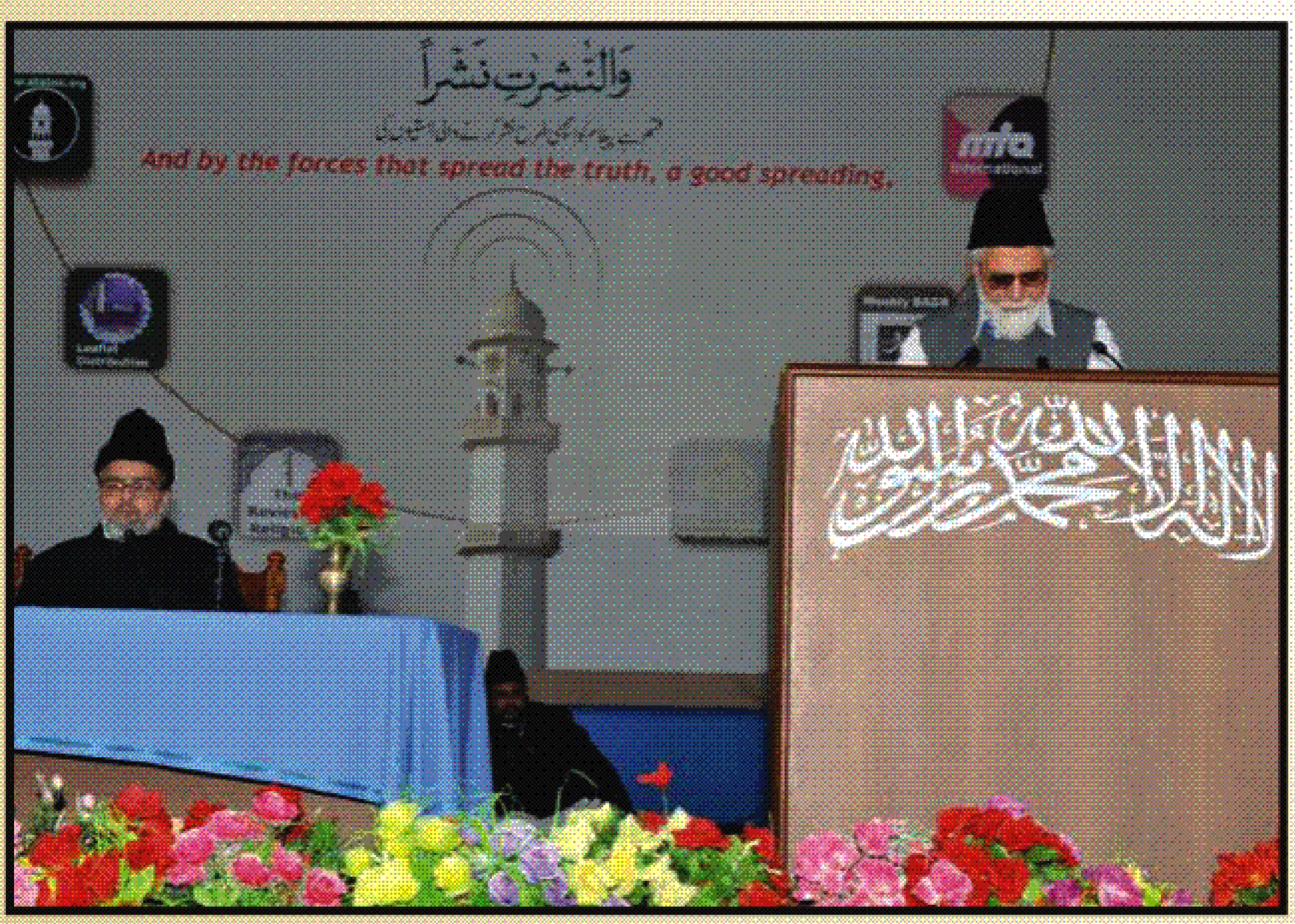

۱۲۰ واں جلسہ سالانہ قادیان منعقدہ 26 تا 28 دسمبر 2011ء کے مناظر

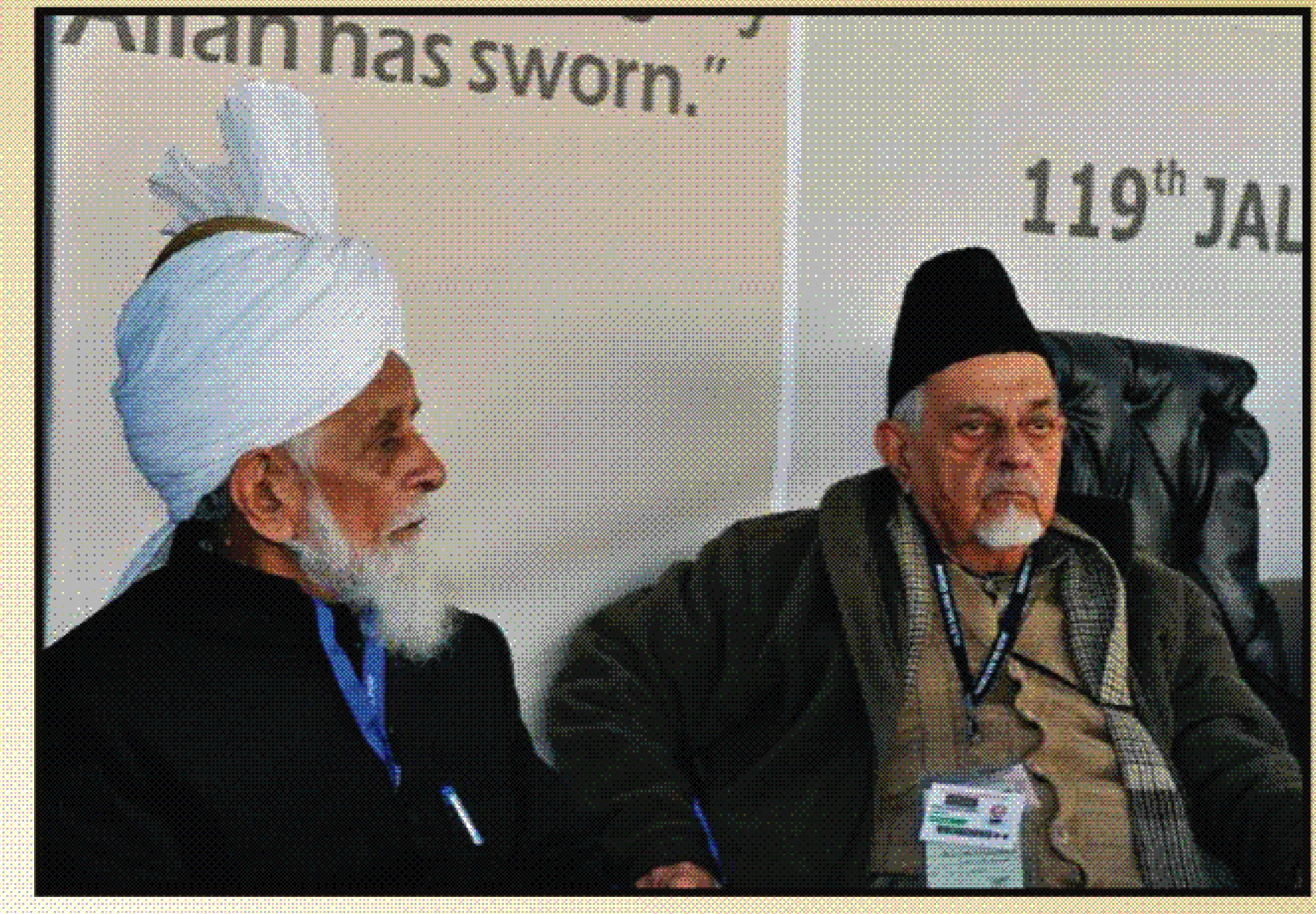

اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے''۔ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے (حضرت) حکیم نورالدین صاحب (نوراللہ مرقدہ) کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانے میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نورالدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظم کوششیں ہوئیں ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔

(یہ ایک غیر از جماعت کے تاثرات ہیں کچھ نہ کچھ حق تو لکھنا جانتے تھے۔ آج کل کے علماء کی طرح بالکل ہی اندھے نہیں تھے)

''الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کیلئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی۔''

(''اظہار الحق'' صفحہ 16۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 286-287)

پھر ایک غیر مسلم صحافی ارجن سنگھ جو''رنگین'' اخبار امرتسر کے ایڈیٹر تھے، لکھتے ہیں کہ:

''مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی۔(انہوں نے 1901ء میں لیا ہے۔ اس لئے انہوں نے درثمین کے شعر دیئے ہیں)۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

کہتے ہیں''یہ پیشگوئی بے شک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ 1901ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود احمد کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا، ضرور روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایک دعویٰ کرکے گدی کی بنیاد رکھ دی تھی اس

لئے آپ کو یہ گمان ہوسکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا لیکن یہ خیال باطل ہے اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ ضرور میرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا مرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے چنانچہ اس موقع پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے لیکن اکثریت نے میرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے (خود لکھتے ہیں یہ ارجن سنگھ صاحب) کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ جس وقت میرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے اس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقعہ ایسا ثابت ہوا ہے کہ اس نے ایک عالم میں تغیر پیدا کر دیا ہے''۔

(رسالہ ''خلیفہ قادیان'' طبع اول صفحہ 7-8۔ از ارجن سنگھ ایڈیٹر ''رنگین'' امرتسر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 287-288)

پھر پسر موعود کے بارے میں اس پیشگوئی میں ایک یہ بات بھی تھی کہ **''تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو''**۔ اس میں بھی غیروں کی شہادت دیکھیں کیا ہے۔

زمیندار اخبار میں مولوی ظفر علی خاں صاحب نے لکھا ہے۔ یہ مشہور مصنف مسلم لیڈر تھے اور بڑے زبردست مقرر تھے۔ کہتے ہیں:

''کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے۔ ...... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ ...... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارہ پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے ...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔'' (ایک خوفناک سازش، صفحہ 196، مظہر علی اظہر، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288)

جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی کی شہادت

پھر اولوالعزم ہونے اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کے بارہ میں غیروں کی شہادت ہے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی ایک مشہور صحافی ہیں ان کی شہادت ہے۔ ...... حضرت مصلح موعود بچپن سے ہی بیمار تھے خود انہوں نے لکھا ہے کہ مَیں بچپن سے ہی بہت کمزور تھا آنکھوں کی بیماری تھی۔ پڑھ نہیں سکتا تھا۔ آنکھیں اتنا ابل جاتی تھیں کہ نظر ہی

کچھ نہیں آتا تھا۔ استاد میری شکایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کرتے تھے بلکہ ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب نے شکایت کی کہ اس کو حساب نہیں آتا، یا اس کو پڑھنا نہیں آتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس کے ٹال دیا کرتے تھے کہ ہم نے اس سے کوئی کاروبار نہیں کروانا اور نوکری نہیں کروانی۔ اور حضرت خلیفہ اول سے پوچھا کرتے تھے کہ کیوں آپ کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے تھے۔ نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ بہرحال جو ظاہری دنیاوی تعلیم تھی وہ کسی قسم کی آپ نے نہیں لی بلکہ دینی تعلیم بھی حضرت خلیفہ اوّل کی مطب میں بیٹھ کر صرف لیکچر میں سنا کرتے تھے۔ تو یہ ہے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اس بارہ میں خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں کہ:

''اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل وفہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں''۔　　(اخبار ''عادل'' دہلی 24 /اپریل 1933ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288)

اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا

پھر پیشگوئی میں الفاظ تھے کہ ''اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا''۔ یہ پیشگوئی بھی کس شان سے پوری ہوئی ہے۔ آج تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ جہاد کے خلاف ہیں اور کشمیریوں کے خلاف ہیں لیکن جو کوششیں حضرت مصلح موعودؓ نے کی تھیں مَیں ان کے بارہ میں کچھ بتاتا ہوں تحریک آزادی کشمیر آپ نے شروع کی تھی کیونکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی جو بنائی تھی اس کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے مسلم لیڈر سر ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر اقبال، خواجہ حسن نظامی، سید حبیب مدیر اخبار ''سیاست'' وغیرہ شامل ہوئے اور ان سب کے مشورہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اس کمیٹی کا صدر چنا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشمیری مسلمان جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے ان کو آزادی دلوائی گئی۔ مسلم پریس نے حضرت مصلح موعود کے ان شاندار کارناموں کا اقرار کیا اور آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

''جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا۔ انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور امّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا''۔

(اخبار ''سیاست'' 18/مئی 1933ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

عبدالمجید سالک صاحب تحریک آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''شیخ محمد عبداللہ (شیر کشمیر) اور دوسرے کارکنان کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ..... اعلانیہ روابط رکھتے تھے اور ان روابط..... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امدادکئی پہلوؤں سے کر رہے تھے۔ (وسائل تو اتنے نہیں تھے لیکن وسائل کا صحیح استعمال تھا) اور کارکنان کشمیر طبعًا ان کے ممنون تھے''۔ (''ذکر اقبال'' صفحہ 188۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

سید حبیب صاحب جو ایک معروف صحافی تھے اور اخبار ''سیاست'' لاہور کے ایڈیٹر تھے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبر بھی تھے جب حضرت مصلح موعود نے کمیٹی سے استعفیٰ دیا تو انہوں نے اپنے اخبار میں 18 مئی 1933ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

''میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور مولوی برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے (حضرت) مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی''۔

(الفضل 28 رمئی 1933ء۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون / جولائی 2008ء صفحہ 323-324)

اب پتہ لگ جائے گا کہ کتنا کام کرتی ہے کشمیر کمیٹی اور دنیا نے پھر دیکھ لیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس صورت حال کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''نہایت قلیل عرصے کی جنگ کے بعد اس طرح کا ایک نظام قائم کر دیا یا اس کمیٹی نے عوام کی تحریک میں اتنا زور پیدا کر دیا کہ حکومت انگریزی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور کشمیر کا صدیوں کا غلام آنکھیں کھول کر آزادی کی ہوا کھانے لگا اور اہل کشمیر کو اسمبلی ملی۔ پریس کی آزادی ملی۔ مسلمانوں کو ملازمتوں میں برابری کے حقوق ملے۔ فصلوں پر قبضہ ملا۔ تعلیم کی سہولتیں ملی۔ جوبات نہیں ملی اس کے ملنے کا رستہ کھل گیا۔ اہل کشمیر نے پبلک جلسوں میں امام جماعت احمدیہ زندہ باد اور صدر کشمیر کمیٹی زندہ باد کے نعرے لگائے۔'' (ماخوذ از سلسلہ احمدیہ۔ مطبوعہ 1939ء صفحہ 409)

جب ان کو آزادی ملی تو غیروں نے بھی یہ نعرے لگائے۔ کشمیر والوں کا جن کی رستگاری کا موجب ہوئے اس وقت حال یہ تھا کہ اس طرح غلام بنائے گئے تھے کہ خود حضرت مصلح موعود اس کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم

کشمیر میں گئے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس کافی سامان تھا تو مَیں نے ایک سرکاری افسر صاحب کو کہا کہ ہمیں مزدور کا انتظام کر دو۔ تو سڑک پر ایک آدمی چلا جا رہا تھا۔ اس نے کہا ادھر آؤ اور اسے سامان اٹھوا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص بڑ ہائے وائے کرنے لگ گیا۔ تو مَیں نے اسے کہا کہ کشمیری تو بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ تم سے سامان نہیں اٹھایا جا رہا۔ اس نے کہا مَیں تو اپنے علاقے کا بڑا زمیندار ہوں اور اس وقت میری شادی ہو رہی ہے بلکہ آج دولہا بھی ہوں۔ مَیں تو سڑک پر جا رہا تھا تو اس نے پکڑ کے مجھے آپ کا سامان پکڑا دیا۔ کیونکہ ان کی حکومت ہے اس لئے مَیں ان کے سامنے چوں چرا نہیں کر سکتا۔ تو یہ ان کا حال تھا کہ اچھے کھاتے پیتے لوگ بھی ایک عام چھوٹے سے سرکاری افسر کے سامنے بول نہیں سکتے تھے۔

علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا

پھر علوم ظاہری و باطنی جو قرآن کریم کا دینی علم ہے اس کے بارہ میں غیروں کا کیا کہنا ہے۔ علامہ نیاز فتح پوری صاحب مدیر ماہنامہ نگار لکھتے ہیں کہ:

''تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر ، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ھود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے''۔

(الفضل 17 نومبر 1963ء۔ صفحہ 3۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 324-325)

دوسرے مفسرین تو نعوذ باللہ حضرت لوط علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لوگوں کو کہا کہ میری بیٹیوں کو لے جاؤ اور میرے مہمانوں کو تنگ نہ کرو۔ لیکن حضرت مصلح موعود نے بالکل نئے انداز میں اس کی تفسیر پیش کی ہوئی ہے۔ بہر حال یہ ایک الگ مضمون ہے۔ پھر قرآن کریم کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں کہ:

''قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی ، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، ان کا اللہ (تعالیٰ) انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی

حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔‘‘
(از ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 325)

علوم ظاہری سے پُر کئے جانے کے بارے میں حضرت مصلح موعود نے خود لکھا ہے کہ:

’’اس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا (تعالیٰ) کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے‘‘ اور پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ علوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہاں ’’پُر کیا جائے گا‘‘ کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حساب اور سائنس اور جغرافیہ وغیرہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھایا جاتا ہے۔ پس پیشگوئی کے ان الفاظ کا کہ ’’وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا ‘‘ یہ مفہوم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور (خدا تعالیٰ) خود اس کا معلم ہوگا‘‘۔ (الموعود از انوار العلوم۔ جلد 17 صفحہ 565)

اس ضمن میں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے سکھایا آپ ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک جگہ کھڑا ہوں مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ آسمان پر سے مجھے ایسی آواز آئی جیسے گھنٹی بجتی ہے یا جیسے پیتل کا کوئی کٹورا ہو اور اسے ٹھکوریں تو اس میں سے باریک سی ٹن ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آواز پھیلنی اور بلند ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ تمام جَوّ میں پھیل گئی، (تمام آسمان میں پھیل گئی)۔ اس کے بعد مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز متشکل ہو کر تصویر کا چوکھٹا بن گئی۔ پھر اس چوکھٹے میں حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی اور اس میں ایک نہایت ہی حسین اور خوبصورت وجود کی تصویر نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کُود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور کہنے لگا مَیں خدا کا فرشتہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ مَیں تمہیں سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ مَیں نے کہا سکھاؤ وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جس قدر مفسرین گزرے ہیں ان سب نے یہیں تک تفسیر کی ہے لیکن مَیں تمہیں آگے بھی سکھانا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا سکھاؤ۔ چنانچہ وہ سکھاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر اس نے مجھے سکھا دی۔‘‘

(الموعود از انوار العلوم۔ جلد 17 صفحہ 570)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

''دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علومِ مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص ہیں جیسے علمِ غیب ہے۔ جسے وہ اپنے ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تا کہ خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ظاہر ہو اور وہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں''۔
(الموعود از انوار العلوم۔ جلد 17 صفحہ 579)

خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا

......پھر اپنے بارے میں کہ ''خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا''۔ فرمایا کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح نشان پورے کئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرا حافظ و ناصر ہوتا رہا اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''اب دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے۔ مجھے اس وقت تک کوئی ایسا الہام نہیں ہوا جس کی بناء پر مَیں یہ کہہ سکوں کہ مَیں انسانی ہاتھوں سے نہیں مروں گا۔ لیکن بہر حال مَیں اس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ ''ایک دفعہ میں جلسے پر تقریر کر رہا تھا اور تقریر کرتے کرتے میری عادت ہے کہ مَیں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تا کہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی سے حضرت صاحب تک پہنچا دیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اچانک کسی شخص کو خیال آ گیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اس کی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور مَیں خدانخواستہ اسے چکھ بھی لیتا تو کچھ نہ کچھ اس کا اثر ضرور ہو جاتا اور تقریر رک جاتی ......۔ (ماخوذ از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 628)

پیشگوئی کی عظمت

پس اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی چند باتیں مَیں نے بیان کی ہیں۔ اس پیشگوئی کی عظمت بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے۔ جس کو خدائے کریم جلّشانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف رحیم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا

ہے اور در حقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صد ہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردے کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے۔ ......اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیائے موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صد ہا درجہ بہتر ہے۔ مردے کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا"۔ (مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول صفحہ 114-115)

مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کیلئے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد (دین حق) کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے

یہ پس منظر اور اہمیت اس پیشگوئی کی ہے جو مختصراً میں نے بیان کی ہے اور اس پیشگوئی کی شان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس آخری اقتباس میں ہم نے دیکھی اور سنی۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اب بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہوگا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لئے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد (دین حق) کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لئے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیئے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنے ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے (دین حق) کی ترقی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہئے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے ......" (خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء بمقام بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخری غلبہ ہمارا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''جو حکومت چلانے والے ممبران ہیں یا حکومت ہے وہ سیاست چمکانے کے لئے مجبور ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس وجہ سے کہ اس مُلّاں کی بات نہ ماننے پر کہیں ہماری حکومت نہ ٹوٹ جائے۔ اپنے آپ کو جابر سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ان کا یہ فعل انہیں ان متکبروں میں شامل کر رہا ہے جو بندوں کا بھی حق تسلیم نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھی توڑ رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جب ایسے ظالموں اور سرکشوں کا ذکر کرتا ہے جو اللہ کے رسول کی دشمنی کی وجہ سے اسے یا اس کی قوم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس قسم کے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (الشعراء:10) کہ تیرا رب یقیناً غالب اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پس ہمیں تو پتہ ہے کہ آخری غلبہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا ہے۔ کیونکہ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے وہ خدا ہمارے ساتھ ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ مَیں تیرے اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔ وہ خدا ہمارے ساتھ ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس یہ تو ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخری غلبہ ہمارا ہے اور یہ لوگ جو اپنے زُعم میں جابر بننے والے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ بھی اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یوں احمدیوں کی مخالفت سے یہ اپنے مقام اونچے کر رہے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ ان کے پاؤں سے زمین جلد نکلنے والی ہے اور وہ بلندیوں کی بجائے گہرے زمینی اندھیروں میں دھنسنے والے ہیں اور اس طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

پس احمدی جہاں کہیں بھی بسنے والے ہوں، چاہے وہ انڈونیشیا ہو یا پاکستان ہو یا اور کوئی ملک ہو جہاں جہاں بھی ظلم کا شکار ہو رہے ہیں، ہمیشہ یاد رکھیں کہ ان کا مددگار غالب اور رحیم خدا ہے۔ پس اس کے آگے جھکیں، اس سے رحم مانگیں۔ وہ خدا جو عالم الغیب بھی ہے اس کی نظر میں اگر یہ لوگ اصلاح کے قابل نہیں ہیں تو ہمیں بھی ان سے نجات دلوائے اور ان بے وقوفوں کو بھی یا ان کمزوروں کو بھی جو ان کی باتوں میں آ کر اپنی دنیا بھی برباد کر رہے ہیں اور اپنی آخرت بھی برباد کر رہے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر رحم کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے رحیم خدا سے دعا مانگیں کہ ظالموں سے اس دنیا کو محفوظ رکھے۔ ...... باقی دنیا کی بقا کے لئے بھی احمدیوں کو بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے اور پیغام پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 مئی 2008ء بمقام بیت الفتوح لندن)

”جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الاَنْبِیاءِ“ ایک اعتراض کا جواب

(حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے قلم سے)

> سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
>
> ”جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء جری اللہ نبیوں کے حلوں میں۔ اس فقرہ الہامی کے یہ معنے ہیں کہ منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلۂ انبیاء ہے اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حلۂ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔“
>
> (براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد 1 ص 601)

8؍جنوری 1902ء کے ”ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ“ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی ”جری اللہ فی حلل الانبیاء“ کو درج کر کے لکھا گیا کہ:

”یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی کا خدا عرب کے محاورات اور انکی غلطی اور صحت سے ناواقف ہے۔ بھلا ایسا ملہم خدا کس کام کا؟ اب سنئے۔ جری بروزن فعیلٌ صفات میں سے ہے۔ جری اسم فاعل اپنے معمول یعنی اللہ کی جانب مضاف ہے تو یہ معنی ہوئے خدا کا جرات کرنے والا یا خدا کو جرات دینے والا۔ اس کے معنی ہوئے کہ خدا کا جرات کیا ہوا۔ اگر زبردستی اس کو اسم مفعول بنانا چاہیں۔“

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے فوراً اخبار ”الحکم“ میں اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

”النشر قیہ کے مجدد صاحب! یہ جَرِیٌّ جَرَءَ یَجْرَءُ جُرْاَۃً یعنی باب الہمزہ سے نہیں جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے۔ یہ ہے جَرىٰ۔ یَجرِی۔ جَرْیاً و جَرِیاً وجَرْیَاناً سے جس کے معنی ہیں الرَّسولُ۔ چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ الجَرِیُّ: اَلرَّسُولُ ...... اب جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کے معنی ہوئے۔ رسول اللہ...... یعنی اللہ کی طرف سے رسول۔ اب بتائیے کیا یہ وحی خدا کی اور زندہ اور سچے خدا اور عرب کے محاورات سے واقف خدا کی وحی اور کلام ہے یا نہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جیسے رسول اور نبی اور بشیر اور نذیر کہہ کر پکارا ہے ویسے ہی جَرِیٌّ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ شاید اس نام کے اطلاق کرنے کی حکمت بھی ہو گئی جو آج ظاہر ہوئی ہے کہ تمہارے جیسے جاھرین بالسوء مخالفوں کے علم و فضل کی پردہ دری ہو گئی“۔ (لسان العرب لابن منظور زیر مادہ جری)

(اخبار الحکم قادیان 17 جنوری 1902ء صفحہ 1)

1857ء کا ''جذبہ جہاد'': ایک سازش کی اصل حقیقت

- **برٹش لائبریری کے مطابق ''*The Arrival of Brirtish Empire in India*'' نام کی کوئی رپورٹ یا مسودہ اس متعلقہ حصہ میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے**
- **امیر حبیب اللہ خان کو بھی فری میسن تنظیم کا رکن بنایا گیا**
- **تحقیق ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مستقبل کن حقائق سے پردہ اُٹھائے گا**

(مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب)

روزنامہ نوائے وقت کی 7 ستمبر 2011ء کی اشاعت میں ایک مضمون جس کا عنوان '7 ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت۔ جب قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا' شائع ہوا ہے۔ جس کے مضمون نگار عبداللطیف خالد چیمہ صاحب ہیں جو کہ مجلس احرار پاکستان کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ یہ مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے۔

''1857 کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کے 'جذبہ جہاد' کے تجزیے کے لئے برطانوی تھنک ٹینکس بیٹھے اور ''ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا ورود'' (The Arrival of British Empire in India) کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کی گئی۔ جو انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں آج بھی موجود ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے!

''ملک (ہندوستان) کی آبادی اکثریت سے اپنے پیروں یعنی روحانی پیشواؤں کی اندھا دھند پیروی کرتی ہے۔ اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کیلئے تیار ہو کہ اپنے لئے ''ظلی نبی'' (Apostolic prophet) ہونے کا اعلان کردے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی لیکن اس مقصد کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد سے ہندوستان کو محکوم بنایا۔ ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے ملک میں داخلی بے چینی پیدا کی جا سکے۔''

(روزنامہ نوائے وقت 7 ستمبر 2011)

اس کے بعد یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ (نعوذ باللہ) برطانوی حکومت کے ان عزائم کو پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا تا کہ لوگوں کی توجہ جہاد سے ہٹائی جا سکے۔ اس قسم کے الزامات مخالفین سلسلہ کی بیسیوں کتب میں لگایا گیا ہے۔ خود مجلس احرار سے وابستہ مصنفین بھی اس قسم کے الزامات لگاتے رہے ہیں۔ مثلاً شورش کاشمیری صاحب اپنی کتاب 'تحریک ختم نبوت' میں 1857 کی جنگ کے بعد کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انگلستان کی حکومت نے ہندوستان سے برطانوی عمال کی ان یاداشتوں کا جائزہ لینے اور صورتِ حال کا بلا واسطہ مطالعہ کرنے کے لئے 1869 کے شروع میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، بعض انگلستانی اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا۔ وفد کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انہیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں۔ جن ارکان نے "The Arrival of Brirtish Empire in India" ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد کے عنوان سے رپورٹ لکھی انہوں نے لکھا:

''ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھادھند پیروکار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپسٹا لک پرافٹ (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے۔ تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔'' (تحریکِ ختم نبوت مصنفہ شورش کاشمیری صفحہ 23-24)

اس کے بعد شورش کاشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ 1864 سے لے کر 1868 تک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سیالکوٹ میں ملازمت کے سلسلہ مقیم تھے اور وہاں ایک پادری بٹلر صاحب آپ کے پاس آتے تھے اور پھر ان بٹلر صاحب نے انگریز ڈپٹی کمشنر سے کوئی بات کہہ کر انگلستان چلا گیا۔ اور پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے وطن واپس آگئے اور نعوذ باللہ انگریزوں کے ایماء پر اپنا کام شروع کیا۔

شورش کاشمیری صاحب کی اس تحریر سے کئی دلچسپ سوال اُٹھتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ انگریز حکومت کو پریشانی 1857 میں اُٹھانی پڑی اور اس کا تجزیہ کرنے کا خیال اس حکومت کو 12 سال کے بعد آیا۔ جب کہ اس وقت ان کی حکومت ہر لحاظ سے مستحکم ہو چکی تھی اور اس قسم کی صورتِ حال کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ خود اس عجیب وغریب کہانی کے مطابق بھی یہ منصوبہ 1869 میں بننا شروع ہوا تھا اور خود شورش صاحب کے مطابق جس شخص نے اس غرض کے لئے حضرت مسیح موعود کا انتخاب کیا تھا وہ 1868 کے بعد آپ سے کبھی ملا ہی نہیں تھا۔ (حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ 1867 میں سیالکوٹ سے واپس تشریف لا چکے تھے اور ٹیلر صاحب آپ سے بھی پہلے وہاں سے رخصت ہو چکے تھے۔ اس پادری کا اصل نام ٹیلر تھا۔)

لیکن شورش صاحب کی کتاب کے حوالے میں سب سے بڑا سقم یہ نظر آتا ہے کہ اس میں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ شورش صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اُس دور میں ایک بہت بڑی سازش تیار کی گئی تھی۔ ایک ایسی سازش جس میں برطانوی حکومت تو شامل تھی ہی نگران کے ساتھ چرچ اور کئی اخباروں کے ایڈیٹر بھی شامل تھے۔ اور شورش صاحب اس کی بہت معین معلومات بھی فراہم کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر شورش صاحب کو اس کے بارے میں اتنی معلومات کہاں سے میسر ہوئیں۔ بلکہ یہ سوال تو بہت وسیع دائرہ پر پھیل جاتا ہے کیونکہ اس قسم کا الزام جماعتِ احمدیہ کے بہت سے

مخالفین کی کتب میں بہت سے باہمی اختلاف کے ساتھ لگایا جاتا ہے لیکن یہ الجھن بہر حال برقرار رہتی ہے کہ آخر ان حضرات کو اس عظیم سازش کی خبر کہاں سے ملی۔ اس سوال کا تا حال کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا حالانکہ نصف صدی سے بھی زاید عرصہ سے یہ الزام لگایا جا رہا تھا۔ لیکن عبدالطیف خالد چیمہ صاحب کے اس مضمون سے مذکورہ مسئلہ حل ہوتا نظر آ رہا تھا اُنہوں نے اس رپورٹ یعنی وہ رپورٹ جس کا نام ''The Arrival of Brirtish Empire In India'' ہے کے ماخذ کا انکشاف کر دیا اور بڑے معین اور واضح انداز میں کیا۔ انہوں نہ صرف یہ انکشاف کیا یہ مسودہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے بلکہ ان کی یہ اطلاع سب محققین کے لئے باعث مسرت تھی کہ یہ مسودہ اب تک وہاں موجود ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ برٹش لائبریری میں اس قسم کے مسودات کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ اور اس لائبریری کا ایک نہایت اہم حصہ ہندوستان سے متعلقہ کاغذات اور مسودات کا ہے۔ اس اہم حصہ کا نام India Office Records and Private Papers ہے۔ اور یقیناً اگر یہ رپورٹ موجود ہے تو اس کو برٹش لائبریری کے اسی حصہ میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہندوستان سے متعلقہ تمام کاغذات برٹش لائبریری کے اسی حصہ میں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے عبدالطیف خالد چیمہ صاحب کی یہ نشاندہی بالکل عقل کے مطابق تھی کہ یہ اہم مسودہ اب تک برٹش لائبریری کے اسی حصہ میں موجود ہے۔ اس عظیم ذخیرہ کی تاریخ یہ ہے کہ 1967 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ریکارڈ اور انڈیا آفس لائبریری کے ریکارڈ کو یکجا کر دیا گیا۔ اور پھر 1982 میں اس ذخیرہ کو برٹش لائبریری کا حصہ بنا دیا گیا۔ اور اب انڈیا آفس لائبریری اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا تمام ریکارڈ برٹش لائبریری کے مذکورہ حصہ میں محفوظ ہے۔ اور اب کمپیوٹر کے استعمال کی وجہ سے کسی بھی مسودہ کی تلاش بہت آسان ہو چکی ہے۔

برٹش لائبریری کے مطابق 'The Arrival of Brirtish in India' نام کی کوئی رپورٹ یا مسودہ اس متعلقہ حصہ میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے

چنانچہ ہم نے اس مضمون کی اشاعت کے فوراً بعد برٹش لائبریری کے مذکورہ سیکشن سے بذریعہ ای میل رابطہ کیا کہ اس مسودہ جس کا نام 'The Arrival of Brirtish in India' ہے کی ایک کاپی ہمیں بھی مہیا کی جائے۔ پہلے ان کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا کہ آپ کو ایک ہفتہ کے اندر اندر جواب دے دیا جائے گا اور پھر چند روز بعد جواب موصول ہوا۔ اور یہ جواب برٹش لائبریری کی طرف سے Dorota Walker کا تھا۔ اور جواب یہ تھا کہ اس نام کی کوئی رپورٹ یا مسودہ برٹش لائبریری کے اس متعلقہ حصہ میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ چونکہ یہاں پر ہر سوال کو ایک نمبر دیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ اطلاع دے دیں کہ ہمارے اس سوال کا نمبر 7007475 تھا اور جس سیکشن کی طرف سے ہمیں یہ جواب موصول ہوا اس کا فون نمبر 7815 7412 20 (0) 44+ ہے۔ یہ تفصیلات اس لئے درج کی جا رہی ہیں کہ ہر کوئی متعلقہ حصہ سے رابطہ کر کے ان حقائق کی تصدیق کر سکتا ہے۔ ویسے بھی یہ بہت آسان کام ہے۔ آپ کمپیوٹر کو آن کریں اور انٹرنیٹ پر برٹش لائبریری کا

متعلقہ حصہ تلاش کر کے اس پر اپنا سوال بذریعہ ای میل بھجوا سکتے ہیں۔ چند روز میں یہ جواب آپ کو بھی موصول ہو جائے گا۔

یہ الزام بار بار لگایا گیا اور ہمیشہ اس قسم کی فرضی رپورٹوں اور خیالی واقعات کا سہارا لے کر لگایا گیا۔ اس مفروضے کی تائید میں کوئی شواہد نہ پہلے پیش کئے گئے تھے اور نہ آج پیش کئے گئے ہیں۔ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے ایسے بہت سے الزامات کا جواب اپنی گرانقدر تحقیقی کتابچہ 'مذہب کے نام پر فسانہ' میں دیا تھا، اور اس میں برٹش لائبریری کی طرف سے جواب بھی شائع کیا تھا کہ اس مسودہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

البتہ یہ جائزہ لینا چاہیے کہ کیا تاریخ میں 1857 کی جنگ کے بعد کوئی ایسا اجتماع ہوا تھا جس میں برطانوی حکومت سے تعلق رکھنے والے اور چرچ سے وابستہ اہم افراد شامل ہوئے ہوں اور اس میں 1857 کی جنگ اور ہندوستان کے بارے میں کوئی اظہار ہوا ہو۔ کیا اس موقع پر ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے کسی خطرہ کو محسوس کرنے کی کوئی بات کی گئی تھی؟ اس موقع پر 1857 کی جنگ کا کیا تجزیہ کیا تھا؟ کیا اس موقع پر ہندوستان کے بارے میں کسی قسم کی منصوبہ بندی کا مشورہ دیا گیا تھا۔

جب ہم تاریخی واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 1857 کی جنگ کے بعد ایک ایسا اہم اجتماع ہوا تھا، جس میں بہت سے برطانوی فوجی افسران اور دنیا بھر سے مختلف چرچوں سے وابستہ عمائدین نے شرکت کی تھی۔ اس اجتماع میں بالخصوص ہندوستان بلکہ پوری دنیا کو عیسائی بنانے کی منصوبہ بندی کے بارے میں مقالہ جات پڑھے گئے تھے اور بڑی زوردار تقاریر ہوئی تھیں۔ اور اس موقع پر 1857 کی جنگ کا بھرپور تجزیہ پیش کیا گیا تھا۔ یہ موقع 1860 میں برطانیہ میں Liverpool کے مقام پر ہونے والی Conference On Missions تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس موقع پر بعض برطانوی فوجی افسران بہت نمایاں تھے۔ حتیٰ کہ اس کانفرنس کی صدارت برطانوی فوج سے وابستہ میجر جنرل الیگزینڈر نے کی تھی۔ ہندوستان سے بہت سے لوگوں نے اس کانفرنس میں شرکت کی تھی لیکن ہندوستان کے مقامی لوگوں میں سے کلکتہ کے بہاری لال سنگھ صاحب اس کانفرنس میں شریک تھے اور اپنا مقالہ بھی پڑھا تھا۔ اس کانفرنس کی روئیداد Conference On Missions Held at Liverpool کے نام سے James Nibset &CO. 21 Berners Street London نے شائع کی تھی (یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے) اور اس اجتماع کے بارے میں اس قسم کے جوش و خروش کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ اس روئیداد کے پیش لفظ میں تحریر کیا گیا تھا کہ اس موقع پر ہم خدا کی موجودگی کو محسوس کر رہے تھے۔

ہندوستان سے آنے والے بہاری لال سنگھ صاحب بار بار اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ عیسائیت کی تبلیغ اور لٹریچر کے مقامی زبانوں میں تراجم کے لئے مقامی عیسائیوں کو استعمال کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر ٹیڈمین (Tidman) نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ 1857 کی جنگ کے دوران جہاں مقامی لوگوں میں سے بعض نام کے عیسائیوں نے عیسائیت سے انکار کر دیا تھا

وہاں بہت سے نئے عیسائیوں نے موت کو قبول کیا تھا لیکن عیسائیت سے پیچھے نہیں ہٹے تھے۔(صفحہ 54،55) گجرات کے مشنری J. MKee نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا تھا کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے عہدیدار بعض اوقات اس بات کے راستے میں روکیں پیدا کرتے ہیں کہ حکومت کے افسران عیسائیت کی تبلیغ کریں۔ ان صاحب نے کہا کہ جب تک سچائی (یعنی عیسائیت) کو فوجیوں تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا، ہندوستان کبھی محفوظ نہیں ہوگا۔

ولیم کیمبل(William Campbell) جو کہ پہلے بنگلور میں پادری رہ چکے تھے تقریر کرنے کواُٹھے تو اس تقریر کے اختتام پر یہ نتیجہ پیش کیا کہ اگر لوگوں کے ہاتھ میں بائیبل دی جاتی اور انہیں زندہ خدا کی عبادت کی طرف بلایا جاتا تو ان میں وہ برائیاں نہ پیدا ہوتیں جو کہ بغاوت پر منتج ہوئیں۔(صفحہ 137)۔ یہ آواز بھی اُٹھائی گئی کہ اگر ایک عیسائی گورنمنٹ کا ملازم ہے تو اس سے اس کے حقوق ختم نہیں ہوجاتے۔ اور اس ضمن میں ایک قرارداد کی تیاری کا ذکر بھی آیا۔ اصل میں تان اس بات پر ٹوٹ رہی تھی کہ گورنمنٹ ملازمین کو اس بات کی کھلی آزادی ہونی چاہیے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں عیسائیت کی ترویج میں حصہ لیں (صفحہ 140)۔ جب بہاری لال سنگھ صاحب اپنا مقالہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر باغیوں کو عیسائی بنالیا جائے تو وہ آپ کی خاطر جنگ کرنے والے بن جائیں گے۔ اور حاضرین نے تالیاں بجا کر اس نظریہ کی تائید کی۔ (صفحہ 181)

لیکن اس کانفرنس میں ہندوستان کے متعلق کیا منصوبہ بندیاں کی گئیں؟ یہ تمام ذکر نامکمل رہ جائے گا اگر اس ضمن میں لیفٹنٹ کرنل ہربرٹ ایڈورڈز (Herbert Edwards) صاحب کے دو خطابات کا ذکر نہ کیا جائے۔ ان میں سے پہلا خطاب پشاور میں عیسائی مشن کے قائم کرنے کے بارے میں تھا۔ یہ صاحب پشاور اور دوسرے سرحدی علاقوں میں عرصہ تک متعین رہے تھے۔ اور 1857 کی جنگ کے وقت بھی اسی علاقہ میں مقرر تھے۔ ایڈورڈز صاحب نے بیان کیا کہ کس طرح پشاور میں مختلف سول اور ملٹری افسران کی کوششوں سے عیسائی مشن قائم ہوا۔ (اس مشن کی اجازت اس وقت ممکن ہوئی تھی جب پشاور میں ایڈورڈز صاحب کے پیش رو قتل ہوگئے تھے اور ان کی جگہ ایڈورڈز صاحب مقرر ہوئے تھے اور انہوں نے کچھ افسران کی درخواست پر مشن کو کام کرنے کی اجازت دی تھی)۔ لیکن آخری روز کے آخری لمحات میں ہندوستان کے حوالے سے یہ کانفرنس ایک خاص جوش کا رنگ اختیار کرگئی۔ اور بڑے جوش سے ہندوستان کو مکمل طور پر عیسائی بنانے کا اعلان کیا گیا۔ آخری دونوں مقرر ہندوستان میں نمایاں طور پر کام کر چکے تھے۔ ایک کلکتہ کے پادری تھے جن کا نام جوزف ملنز (Joseph Mullens) تھا اور سب سے آخری مقرر وہی لیفٹنٹ کرنل ہربرٹ ایڈورڈز تھے جو کہ سرحدی صوبہ میں بہت اہم عہدوں پر کام کرتے رہے تھے اور انہوں نے 1857 کی جنگ کے دوران نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اپنے خطاب کے آخر میں جوزف ملنز صاحب نے بڑے طمطراق سے اعلان کیا کہ اب بیچارا اور گمراہ ہندوستان اپنی طویل سرگردانی کے بعد یسوع کی طرف

آئے گا۔اب اپنے توہمات، اپنے خیالات کی غلامی کے باوجود، اپنے توہمات اور تنزل کے باوجود بحفاظت یسوع کے پاس لایا جائے گا۔برفانی چوٹیوں سے لے کر تپتے ہوئے میدانوں تک جہاں صدیوں سے خون بہایا گیا ہے، ان کھیتوں سے لے کر جہاں لکھوکھہا لوگ مشقت کرتے ہیں ان شہروں تک جہاں ہندوؤں کے بلند مندر موجود ہیں، بدھ مت کے پگوڈا سے لے کر سنگ مرمر کی مساجد اور مسلمانوں کے مرصع محلات تک، اور ملک کی آخری حدود پر واقعہ جنگلات تک نجات دہندہ محبت کے ساتھ پیش قدمی کرے گا۔ جہاں جہاں یسوع کا قدم پڑے گا وہاں خوشحالی، نیکی اور امن کی بہار آئے گی۔تمام زمین اس کے زیر ہوگی۔تمام غلطیوں کا مداوا ہوگا اور تمام گناہ معاف کئے جائیں گے۔تمام قومیں حمد کے ترانے گاتے ہوئی اس کے قدموں پر جھکیں گی۔اس کے بچے اس کی طرف لائے جائیں گے اور نجات دہندہ صلیب کا مقصد پورا ہوتا ہوا ملاحظہ کرے گا۔ (صفحہ 336)

ہندوستان کو عیسائیت کے لئے فتح کرنے کے اس اعلان کے ساتھ یہ تقریر ختم ہوئی۔اس کے ختم ہونے پر بہت دیر تک داد وتحسین کا شور بلند ہوتا رہا۔اس کے بعد اس کانفرنس کے آخری خطاب کی باری آئی۔انہوں نے ایک عیسائی مناد اور برطانوی حکومت کے ملازم ہونے کی حیثیت سے 1857 کی جنگ کا تجزیہ اس کانفرنس کے روبرو پیش کیا۔یہ تجزیہ اس مضمون کے موضوع کے حوالے سے بہت اہم ہے۔اس تجزیہ سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ اس دور میں بعض مصنفین جو کچھ لکھ رہے ہیں، وہ ٹھیک ہے کہ نہیں۔جیسا کہ ہم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب کے مضمون اور شورش کاشمیری صاحب کی کتاب کے حوالے سے دو مثالیں پیش کر چکے ہیں اور اس قسم کی تحریروں کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اب ہم ہربرٹ ایڈورڈز صاحب کے تجزیہ کے حوالے سے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا واقعی اس وقت یعنی 1857 کی جنگ کے معاً بعد برطانوی حکومت کو ہندوستان کے مسلمانوں سے اور ان کے جہاد کے رجحانات سے کسی قسم کے خدشات تھے۔اب ہم اس تقریر کے بنیادی خدوخال سامنے رکھتے ہیں۔ہم ان کے خیالات بیان کریں گے۔ان کے بیان کردہ خیالات و واقعات صحیح ہیں کہ نہیں۔یہ تجزیہ پیش کرنا مقصد نہیں ہے۔

انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز اس بات سے کیا کہ خدا نے ہمیں ایک سلطنت دی تھی اور پھر یہ دلائل پیش کئے کہ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کے قائم ہونے میں خود ہندوستان کے لوگوں کا ہی بھلا تھا اور پھر کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ہمیں یہ ملک اس لئے دیا گیا تھا کیونکہ ہم ایک کھلی ہوئی بائبل پر یقین رکھنے والی قوم ہیں۔اس کے بعد انہوں نے یہ سوال اُٹھایا کہ کیا ہم نے اس ضمن میں اپنے فرائض ادا کئے ہیں۔اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں شروع سے انگریزوں کی یہ پالیسی رہی ہے کہ بائبل کو چھپا کر رکھا جائے۔اور بقول ایڈورڈز صاحب کے شروع سے ہی شیطان سے خوف زدہ ہونے کی وجہ سے اور خدا کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے ہم نے (مذہبی معاملات سے) بے تعلقی کا رویہ اپنایا۔پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے ہندوستان میں ہر طرح بے تعلقی کا رویہ اپنایا۔ہماری حکومت نے اپنے افسران کو اس کام کے لئے مقرر کیا کہ وہ

دوسروں کے مندروں کا انتظام کرے۔کیا مسیحی انگلستان کے لئے قابل شرم بات نہیں۔اور جب حکومت نے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا تو کیا اس نظام کی جڑیں خدا کے مقدس کلام میں تھیں۔نہیں! یہ اعلان کیا گیا کہ قرآن تو سکولوں میں موجود ہوگا، شاستر تو سکولوں میں موجود ہوں گے لیکن مقدس بائیبل سکولوں میں موجود نہیں ہوگی۔اور کہا کہ اگر تمام جائز طریقے بروئے کار لا کر اگر اس بات کی حوصلہ افزائی کی جاتی کہ مقامی لوگ بائیبل پڑھیں اور مسیحیت قبول کریں تو مقامی لوگ آپ کی عزت کرتے اور کبھی آپ کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھتے۔

جہاں تک ہندوستان کے مقامی لوگوں کے مذاہب کا تعلق تھا تو اس حوالے سے بھی ان صاحب نے اظہار خیال کیا۔ان کا کہنا تھا کہ بنگال پریذیڈنسی میں ہندوؤں کے چھوت چھات کے عقائد کو غیر ضروری طور پر برداشت کیا گیا۔آخر کار یہ نوبت آئی کہ ہماری فوج زمین پر بچھے ہوئے بارود کی تہہ کی مانند ہوگئی تھی۔جب کہ دوسرے حصوں میں کئی برہمن اپنے شودر افسر کے تحت کام کرتے تھے اور اس بات سے انکار نہیں کرسکتے تھے۔

مسلمانوں کے مذہبی رجحانات کے بارے میں انہوں نے اپنے اس مبہم خیال کا اظہار کیا کہ مسلمان بعض وقت ہندوؤں کے خیالات کے زیر اثر آجاتے ہیں۔حالانکہ ان کا مذہب ایسا ہے کہ اس کا دل سے تعلق ہے اور ہندوؤں کی طرح ظاہر کا مذہب نہیں ہے۔اور ان میں سے کئی اس بات کو سمجھتے ہیں۔پھر انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہندوستان ہمیں واپس تو مل گیا لیکن اس کے ساتھ خدا کی تنبیہ بھی ہوئی کیونکہ ہمارے بہترین فوجی اور قابل جنرل اس جنگ میں مارے گئے ہیں۔انگلستان میں کوئی ایسا قصبہ اور گاؤں ایسا نہیں جس میں کسی باپ،شوہر یا بھائی کا ماتم نہ ہو رہا ہو۔اور پھر زور دے کر کہا کہ ہمیں اب ہندوستان کے بارے میں اپنے فرائض کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اٹھارہ کروڑ انسانوں کو ایک مقدس مقصد کے لئے ہمارے سپرد کیا گیا ہے کسی کاروباری مقصد کے لئے یا خود غرضی کیلئے ہمارے حوالے نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد انہوں نے اس بات کا تجزیہ کانفرنس کے سامنے پیش کیا کہ 1857 کی جنگ میں انگریز افواج کیوں کامیاب ہوئیں حالانکہ ان کی تعداد ہندوستان میں بہت کم تھی اور انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے کافی تعداد میں تھے۔وہ مسلح بھی تھے اور ان کی کافی ٹریننگ بھی ہو چکی تھی۔ان کے نزدیک اس کی مندرجہ ذیل چار بنیادی وجوہات تھیں۔

1- ہندوستان کے نوابوں اور رؤساء کا طبقہ انگریزی حکومت کے ساتھ رہا تھا۔حالانکہ چونکہ انگریزوں کی حکومت کے آنے سے ان کا اثر کم ہوا تھا،اس بات کی توقع کی جاسکتی تھی کہ یہ اس کے خلاف بغاوت میں شامل ہوں گے۔

2- دوسری وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ اس جنگ کے دوران افغانستان نے اور ان کی حکومت نے بہت اچھا رویہ دکھایا اور انگریز حکومت کے لئے کسی قسم کی پریشانی نہیں پیدا کی۔ایڈورڈز صاحب کا یہ بیان اس لئے بہت اہم ہے کیونکہ یہی وہ افسر تھے جنہوں نے اس جنگ سے کچھ ہی عرصہ قبل افغانستان حکومت سے مذاکرات کر کے انگریز حکومت سے ان کا

معاہدہ کر لیا تھا۔اور ان کے افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد صاحب کی حکومت سے گہرے روابط تھے۔ ورنہ اگر افغانستان سے افواج انگریز حکومت کی عملداری کے علاقہ میں داخل ہو جاتیں تو نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا۔

3- تیسری بات یہ کہی کہ اگر چہ بہت سے اہم لوگ برطانیہ میں یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ یہ بغاوت ہندوستان کے لوگوں نے انگریز حکومت کے خلاف کی تھی لیکن میں ایک باعزت برطانوی فوجی کی حیثیت سے بڑے اعتماد سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ جنگ ہندوستان کے عوام نے ہمارے خلاف نہیں کی تھی بلکہ سپاہیوں نے کی تھی۔اور ہندوستان کے عام لوگوں نے ہماری طرفداری کی تھی۔ اور ہندوستان کے لوگوں میں سے بہت بڑی تعداد نے اس میں حصہ نہ لے کر یہ ثابت کیا تھا کہ وہ ہمیں غاصب حکمران نہیں سمجھتے تھے۔اسی طرح باوجود اس کے کہ پنجاب چند سالوں قبل ہی برطانوی عملداری میں شامل ہؤا تھا، وہاں انگریز کے خلاف کوئی مہم پنپنے نہ پائی۔

4- اپنی کامیابی کی چوتھی وجہ یہ بیان کی کہ اگر چہ انگریز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے بڑی حد تک مسلح تھے اور انہیں عسکری تربیت بھی مل چکی تھی لیکن ان کے پاس بہت باصلاحیت جرنیل نہیں موجود تھے۔ایڈ رورڈز صاحب کا کہنا تھا کہ اگر ان کے پاس ٹیپو سلطان جیسا ایک قائد ہوتا یا حیدرعلی جیسا ایک قائد ہوتا تو انگریزوں کے پاس کوئی امید نہ باقی بچتی۔ (صفحہ 337 تا 355)

جیسا کہ خلاصہ درج کیا گیا ہے 1857 کی جنگ کا ذکر بار بار ہؤا تھا اور اس کانفرنس میں وہ لوگ بھی شرکت کر رہے تھے جو اس جنگ میں اہم کردار ادا کر چکے تھے۔لیکن اس کانفرنس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ وہاں پر صرف مسلمانوں پر اس کا الزام دھرا گیا ہو اور نہ ہی اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ اس وقت اس بات کا اظہار ہوا ہو کہ ان شرکاء میں مسلمانوں کے جہاد کے تصور کی وجہ سے کسی قسم کی تشویش تھی۔ یہ ارادے تو بالکل واضح تھے کہ اس کانفرنس میں شریک لوگ یہ مصمم ارادہ رکھتے تھے کہ ہندوستان کو عیسائی بنالیا جائے۔

ہم جیسا کہ دو مثالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ اب کئی مصنفین جس قسم کے خیالات اس دور کے انگریز عمائدین کی طرف منسوب کر رہے ہیں، تاریخی شواہد ان کی تائید نہیں کر رہے۔اس وقت مذموم ارادے تو ظاہر کئے گئے تھے لیکن ان لوگوں کی سوچوں کا دھارا ایک اور سمت میں بہہ رہا تھا۔ یہ کانفرنس تو پوری دنیا کے حوالے سے تھی ۔لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بارے میں ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور اس منصوبہ کی تفصیلات کو طے کرنے کے لئے تو ہندوستان میں ہی فیصلے کئے گئے ہوں گے۔ جب ہم اس حوالے سے جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد دسمبر 1862 میں ان اغراض کے لئے ہندوستان میں بھی ایک اعلیٰ سطح پر مشاورت ہوئی تھی اور اس میں بھی ہندوستان میں کام کرنے والے پادریوں

کے علاوہ حکومت کے کچھ اعلیٰ افسران بھی شریک ہوئے تھے۔اس کانفرنس کی صدارت Donald Friel McLeod نے کی تھی جو کہ ایک اعلیٰ حکومتی عہدیدار تھے اور 1865 میں انہیں پنجاب کا لیفٹنٹ گورنر بنادیا گیا تھا۔ اور اس میں شریک ہونے والے پادریوں میں ایک نمایاں ترین نام رابرٹ کلارک (Robert Clark) صاحب کا تھا جو کہ پنجاب کے ابتدائی ترین مشنریوں میں سے تھے اور انہوں نے اس کانفرنس میں افتتاحی دعا کروائی تھی۔اس کانفرنس میں عیسائیت کی ترویج کے لئے مختلف منصوبوں کے بارے میں مقالے پڑھے گئے تھے۔کانفرنس کے افتتاحی خطاب میں ہی صدر مجلس نے 1860 میں ہونے والی کانفرنس کا اور اس میں ہونے والی منصوبہ بندی کا حوالہ دیا تھا۔بعد میں جو مقالے اس کانفرنس میں پڑھے گئے ان میں سے ایک مقالہ Captain C.A. Macmahon کا تھا۔اس مقالہ کا حوالہ تھا Hindoo and Mohammaden Controversy یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ بحث مباحثہ کس طرح کرنا چاہئے۔اس کانفرنس میں یہ بات ہوئی کہ پورے ہندوستان کو عیسائی بنانے کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں سے کس طرح بات کرنی چاہئے۔بائیبل کی تعلیم کو سکولوں میں کس طرح رائج کرنا چاہئے۔عیسائیت کے لٹریچر کا مقامی زبانوں میں کس طرح ترجمہ کرنا چاہئے۔مشن کے ہسپتالوں اور سکولوں سے کس طرح کام لینا چاہئے۔گاؤں گاؤں جا کر عیسائیت کا پیغام کس طرح پہنچانا چاہئے۔ہندوستان کو عیسائی بنانے کے لئے اور خاص طور پر صوبہ پنجاب کے حوالے سے منصوبہ بندی کرنے کے لئے یہ کانفرنس ایک تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔(اس کانفرنس کی روئیداد اس وقت شائع ہوئی تھی مگر اب کہیں پر دستیاب نہیں تھی۔لیکن انگلستان کی Adam Mathew Publication میں چرچ کا ریکارڈ محفوظ تھا وہاں سے اس کی Microfilm حاصل کی گئی ہے۔ویسے بھی کوئی بھی قیمت ادا کرے تو اس کمپنی میں موجود Church Missionary Society Archives Section 4, part5 , میں اس کانفرنس کا ریکارڈ موجود ہے۔)

جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں رابرٹ کلارک جو کہ صوبہ پنجاب میں عیسائیت کے اولین منادوں میں سے تھے اس کانفرنس میں ایک اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ان کے گروہ سے جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک گہرا تعلق ہے۔دو مثالیں اس بات کو واضح کر دیتی ہیں۔

1- یہ حقیقت تو سب جانتے ہیں کہ ایک وکیل رلیا رام نے جو کہ ہندو سے عیسائی ہوئے تھے۔ 1877ء میں حضرت مسیح موعود پر ایک مقدمہ قائم کیا تھا۔اس بنا پر کہ آپ نے ایک پارسل میں متعلقہ قانون سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ایک خط رکھا تھا۔اور ڈاک کے حکام کے ساتھ مل کر آپ کو قید کی سزا دلانے کی کوشش کی تھی۔یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ ابھی براہین احمدیہ بھی شائع نہیں ہوئی تھی اور بہت کم لوگ آپ کو جانتے تھے۔رلیا رام صاحب رابرٹ کلارک صاحب کے قریبی ساتھی تھے۔کرسچن مشنری سوسائٹی کی Native Church Council کے سیکریٹری رلیا رام

صاحب اور صدر رابرٹ کلارک صاحب تھے۔

(ملاحظہ کیجئے Clark, Robert, The Missions of Church Missionary Society ...In Punjab and Sind, p44.)

2- یہ بات بھی سب کے علم میں ہے کہ 1897 میں ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ قائم کیا تھا اور بڑی گہری سازش تیار کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کی بریت ظاہر کی۔ یہ امر قابل ذکر بھی ہے اور قابل غور بھی ہے کہ مارٹن کلارک صاحب، رابرٹ کلارک صاحب کے لے پالک تھے۔ رابرٹ کلارک صاحب کی مذکورہ کتاب کے صفحہ 71, 70 ,44 پر مارٹن کلارک صاحب کا ذکر موجود ہے۔ جب مارٹن کلارک صاحب نے حضرت مسیح موعود پر اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ قائم کیا تو، ان کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب بھی آئے تھے۔ (تفصیلات کیلئے دیکھیں روزنامہ الفضل ربوہ 28 مئی 2010)

یہ بات تو بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ گروہ جو اس سازش کو بنانے والا تھا شروع سے آخر تک حضرت مسیح موعودؑ کا جانی دشمن رہا اور اس غرض کے لئے جعلی مقدمے بنانے سے بھی گریز نہ کیا۔

جیسا کہ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ امیر حبیب اللہ کے حکم پر حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو سنگسار کیا گیا تھا۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ وہ احمدیت کی دشمنی میں معقولیت کی تمام حدود کو پار کر چکے تھے۔ اور پڑھنے والے پڑھ چکے ہیں کہ پنجاب میں ہونے والی 1862 کی کانفرنس میں ایک اہم مقالہ کیپٹن میکموہن (C.A. Macmahon) نے پڑھا تھا۔ یہ بات باعث دلچسپی ہوگی کہ جب امیر حبیب اللہ ہندوستان کے دورہ پر آئے تو ان کے ساتھ C.A. Macmahon کے صاحبزادے ہنری میکموہن کی ڈیوٹی تھی۔ لیکن یہ امر قابل حیرت ہے کہ اس ڈیوٹی کے دوران امیر حبیب اللہ اور ہنری میکموہن کے درمیان گہری دوستی ہوگئی۔ ہنری میکموہن فری میسن تنظیم کے رکن تھے۔ جلد ہی امیر حبیب اللہ کی فرمائش پر امیر حبیب اللہ کو بھی فری میسن تنظیم کا رکن بنایا گیا۔ اور دونوں کی یہ دوستی اتنی گہری ہوگئی کہ جب ہنری میکموہن لنڈی کوتل امیر حبیب اللہ کو رخصت کرنے گئے تو رخصت ہوتے ہوئے امیر حبیب اللہ ان سے گلے ملے اور تاریخ میں یہ واقعہ محفوظ ہے کہ امیر حبیب اللہ اتنے جذباتی ہوئے کہ ان کے رخسار پر آنسو بہنے لگے۔

Sykes ,Percy.M,A History of Afghanistan , Reprint Edtion , Oriental Book Corporation, 1981.Vol2, pp. 225-230)

عجیب بات یہ ہے کہ الزام تو یہ لگایا جا رہا ہے کہ جو گروہ ہندوستان کے بارے میں سازش تیار کر رہا تھا انہوں نے جماعت احمدیہ کو اپنے مقاصد کے لئے کھڑا کیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ سامنے آ رہی ہے کہ یہ گروہ شروع ہی سے جماعت احمدیہ کا اشد ترین دشمن تھا اور ہر طرح سے جماعت کو نابود کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اور احمدیت کے مخالفین سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ تحقیق ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مستقبل کن حقائق سے پردہ اُٹھائے گا۔

اخبارِ مجالس

(قیادت عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان)

میڈیکل کیمپس

ضلع اسلام آباد ماہ نومبر 2011 میں کل 17 میڈیکل کیمپس لگائے گئے 04 ایلو پیتھک اور 13 ہومیو پیتھک مجموعی طور پر کل 63 مریضوں نے استفادہ کیا۔ اندازاً ایک ہزار روپے کی ادویات مفت تقسیم کی گئیں۔

ضلع حافظ آباد : ماہ نومبر میں شعبہ ایثار کے تحت کل 03 میڈیکل کیمپس کا انعقاد کیا گیا۔ مجموعی طور پر کل 180 مریضوں کو بعد از تشخیص ادویات فراہم کی گئیں۔ کل 2500 روپے کے اخراجات ہوئے اس کے علاوہ ایک مریض کو خون کی بوتل کا عطیہ بھی دیا گیا۔ غرباء میں کل 27,930 روپے تقسیم کئے گئے۔ ڈینگی بخار سے بچاؤ کے لئے نسخہ تیار کر کے تقسیم کیا گیا۔ 14 جماعتوں کے احمدی احباب خواتین 2300 تک یہ نسخہ پہنچایا گیا اس کے علاوہ غیر از جماعت احباب میں بھی اس کی تقسیم کی گئی۔ پریم کوٹ جماعت میں مسلسل 24 روز تک اس نسخہ پر کام ہوا اور اعلان کروایا گیا ارگرد کے 05 دیہات میں بھی لوگوں نے نسخہ حاصل کیا کل 7,475 افراد غیر از جماعت تک یہ نسخہ پہنچایا گیا ریسکیو 1122 والوں نے بھی اپنے عملہ کے لئے نسخہ لیا۔ مجموعی طور پر مبلغ ایک لاکھ سے زائد رقم اس مد میں خرچ ہوئی۔

حافظ آباد شہر : ایک فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس میں کل 50 مریضوں کا علاج کیا گیا اور ادویات فراہم کی گئیں

اجلاسات

ساتویں سالانہ تقریب آمین مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ : مؤرخہ 13 دسمبر 2011ء بعد نماز عصر مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کی ساتویں سالانہ تقریب آمین کا انعقاد کیا گیا۔ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 05 انصار نے قرآن کریم مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک کل 37 انصار بڑھاپے کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ مکمل کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ کل حاضری 107 تھی۔

سالانہ اجتماع شالا مار ٹاؤن لاہور : 25-09-2011 کو مجلس کی سطح پر علمی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا۔ کل 7 مقابلہ جات میں 33 انصار اور 6 دیگر شاملین نے شرکت کی۔

☆ 2 اکتوبر کو مجلس کی سطح پر ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا۔ کل 5 مقابلہ جات میں 55 انصار اور 4 دیگر شاملین نے شرکت کی۔ ☆ 6-11-2011 کو مجلس کی سطح پر تقسیم انعامات کا پروگرام رکھا گیا کل 65 انصار اور 20 دیگر شاملین نے شرکت کی۔

زعامت علیاء دارالذکر فیصل آباد کا سالانہ اجتماع مورخہ 23 نومبر کو منعقد ہوا۔ جس میں مرکز سے مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب، خواجہ مظفر احمد صاحب، فضل الٰہی قمر صاحب اور مکرم اسامہ منیر صاحب نے شمولیت کی۔ حاضری 71 رہی،

وقار عمل

گلزار ہجری کراچی : مؤرخہ 27/نومبر 2011ءکومجلس گلزارہجری کراچی کے زیر انتظام ایک وقارعمل کاانعقاد کیا گیا۔ اس وقارعمل میں 18 انصاراور 02 اطفال نے شرکت کی۔

ضلع حافظ آباد : کل 08 مجالس میں 15 وقارعمل کا انعقاد کیا گیا کل 43 انصار نے شرکت کی۔

ذہانت و صحت جسمانی

ماڈل کالونی کراچی : مؤرخہ 06/نومبر 2011ءکومجلس ماڈل کالونی کراچی کے زیر انتظام کل 04 ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا۔جس میں 19 انصار نے شرکت کی مقابلہ جات میں (ٹیبل ٹینس، دوڑ 100 میٹر، کلائی پکڑنا، میوزیکل چیئر)شامل تھے۔

مغلپورہ لاہور : مؤرخہ 27/نومبر 2011 کومجلس مغلپورہ لاہور نے ایک پکنک پارٹی کاپروگرام رکھا۔دوران پروگرام انصارکوطبی لیکچر بھی دیا گیا۔کل 33 انصار نے شرکت کی۔

عید ملن پارٹی

ماڈل کالونی کراچی : مجلس ماڈل کالونی کراچی نے مؤرخہ 12/نومبر کوعیدملن پارٹی کاپروگرام رکھا۔کل 37 انصار نے شرکت کی پروگرام کے دوران 08 خدام نے خدمت سرانجام دی۔

ماڈل کالونی کراچی : مؤرخہ 27/نومبر کومجلس ماڈل کالونی کراچی نے ایک سائیکل سفر کا انعقاد کیا۔کل 10 انصار نے سائیکلوں سمیت شمولیت کی۔

اورنگی ٹاؤن: مؤرخہ 27/نومبر کومجلس اورنگی ٹاؤن کراچی نے ایک سائیکل سفر کا انعقاد کیا۔کل 09 انصار نے شمولیت کی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا کی قسم! (یہ خلفائے کرام) وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرورکائنات ﷺ کی نصرت واعانت میں موت کے منہ میں بھی جانے سے دریغ نہ کیا اورخدا کی خاطر اپنے والدین اوراپنی اولادتک کوچھوڑنا اوراُن سے قطع تعلق کرنا گوارا کر لیا۔انہوں نے اپنے دوستوں سے لڑائی مول لے لی۔خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے اموال ونفوس کوقربان کردیا۔اس کے باوجودوہ نادم وماتم کناں رہے کہ وہ کماحقہٗ اعمال بجانہ لاسکے۔اُن کی آنکھیں اکثرخواب راحت کی لذت سے ناآشنا رہیں اوراپنے نفسوں کے آرام کاخیال بھی نہ کیا۔وہ تن آسان وعافیت کوش نہ تھے۔پس تم نے کیسے گمان کرلیا کہ یہ لوگ ظالم وغاصب، جادہ عدل کے تارک اورجوروجفاکے خوگر تھے حالانکہ اُن کے متعلق ثابت ہے کہ وہ بندہ حرص وہوا نہ تھے اورآستانہ الٰہی پرگرے رہتے تھے۔'' (سرالخلافہ،روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 328 عربی سے اردوترجمہ)

لہو ہمارا بہانے والو تمہیں کبھی تو ملال ہوگا

(مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب)

خدا کا ظاہر جلال ہوگا تو جینا اُس دن محال ہوگا
زمیں بھی ایسی زمیں نہ ہوگی پشم کی مانند جبال ہوگا
جو ہم پہ قدغن لگا رہے ہو تمہی پہ اس کا وبال ہوگا
لہو ہمارا بہانے والو تمہیں کبھی تو ملال ہوگا
ہماری گلیوں میں آکے دیکھو اذان دیتا بلالؓ ہوگا
اندھیری راتوں میں پابجولاں دکھی سا چہرہ نڈھال ہوگا
دعائیں کر لو دعاؤں ہی سے اسی کا اِک دن زوال ہوگا
تمہارے ملنے کی اس خوشی میں عجیب دل کا بھی حال ہوگا
فلک پہ تاروں کے جھرمٹوں میں اسی کا حسن و جمال ہوگا

(بشکریہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 16 دسمبر 2011ء)

فرقوں کا خاتمہ

''اللہ تعالیٰ نے مسلم اُمہ پر رحم کھاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اور اپنے وعدے کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر اس لئے بھیجا ہے کہ فرقوں کا خاتمہ ہو۔ جو...... جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچا رہے ہیں وہ (دین) کے مختلف فرقوں میں سے آ کر فرقہ بندی کو ختم کرتے ہوئے حقیقی (دین) کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کیلئے ہی جماعت احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر فضل کرتے ہوئے اُن کی بصیرت کی آنکھ کو کھولا ہے تو انہوں نے فرقہ بندی کو خیر باد کہہ کر حقیقی (دین) کو قبول کیا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 دسمبر 2011ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن)

تقرر مدیر ماہنامہ انصاراللہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مکرم احمد طاہر مرزا صاحب کو سال 2012ء کیلئے ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ مقرر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ یہ تقرر ہر لحاظ سے مبارک فرمائے اور انہیں مقبول خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق عطافرمائے اور ان کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔

الوداع

مکرم محترم محمد محمود طاہر صاحب مربی سلسلہ وایم اے ایم فل ابلاغیات سابق مدیر جو 2010ء تا 2011ء بطور مدیر انصاراللہ نہایت محنت سے بااحسن طور پر خدمات انجام دیتے رہے اب وہ ہم سے الوداع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی خدمات دینیہ کو قبولیت کا شرف بخشے۔ اور آئندہ بھی مقبول خدمات سلسلہ کی توفیق عطافرماتا چلا جائے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیا وفی الآخرۃ۔

ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت

جو انصار دوست ابھی تک رسالہ انصاراللہ کے خریدار نہیں بن سکے ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ صرف 200 روپے بھجوا کر سال بھر کے لئے ''انصاراللہ'' ایسے تربیتی وعلمی رسالہ کی خریداری قبول فرمائیں۔ نیز اہل قلم احباب سے درخواست ہے اپنے مفید مضامین بھجوا کر قارئین کی دعاؤں کے مستحق ہوں۔ مضامین تحریر کرتے وقت کوشش کریں مضامین میں جو حوالہ جات استعمال کئے جائیں وہ اصل ماخذ سے چیک کر کے بھجوائے جائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

مینیجر ماہنامہ انصاراللہ

تصحیح

عاملہ مجلس انصاراللہ پاکستان 2012ء کی فہرست جو جنوری 2012ء کے شمارہ کے ٹائٹل پیج کے اندرونی صفحہ پر شائع ہوئی ہے اس میں غلطی سے مجلس عاملہ ایک سال کی بجائے دو سال لکھا گیا ہے۔ اس غلطی پر معذرت خواہ ہیں۔ احباب ریکارڈ درست کرلیں۔ (ادارہ)

سعادت ملی۔ 1985ء میں لندن سے آفسٹ کی شکل میں روحانی خزائن کا سیٹ شائع ہوا تو اس میں بھی آپ کو خدمات کی توفیق ملی۔اوراب خلافت خامسہ میں جب کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن کی اشاعت ہوئی تو آپ کی غیر معمولی نگرانی میں یہ عظیم الشان منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔آپ کو خدام الاحمدیہ میں طویل عرصہ خدمات کا موقع ملا۔مدیر ماہنامہ انصاراللہ ومجلّہ جامعہ احمدیہ،شعبہ اشاعت و نظارت اشاعت میں چالیس تک خدمات بجالاتے رہے۔آپ صدر بورڈ الفضل، ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن، طاہر فاؤنڈیشن وMTA رہے۔آپ کو قائمقام ناظر اعلیٰ وامیر مقامی کے فرائض ادا کرنے کی توفیق ملی۔آپ کو تراجم قرآن منصوبے کے تحت پنجابی، سندھی، پشتو اور سرائیکی تراجم کی تکمیل واشاعت کی توفیق ملی۔2004ء کے جلسہ سالانہ قادیان کی صدارت کی سعادت ملی۔تذکرہ مجموعہ الہامات وکشوف کی اشاعت میں قابل قدر خدمات کی سعادت حاصل کی۔بیسیوں کتب کے انڈیکس مرتب کئے اور متعدد کتب کے دیباچے وتعارف تحریر کئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 23 دسمبر 2011ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کی گراں قدر خدمات سلسلہ پر آپ کو خراج تحسین پیش اور فرمایا کہ محترم شاہ صاحب بیعت کی روح کو سمجھنے والے اور اس کا حق ادا کرنے والے تھے۔آپ بڑے صائب الرائے، سادہ مزاج، شریف النفس، معاملہ فہم، حلیم الطبع، مدبر، کم گو اور ہمیشہ نپی تلی بات کرنے والے تھے۔فرض شناس اور متوکل انسان تھے، باوجود بیمار ہونے کے خاموشی سے کام کرتے چلے جاتے تھے۔سلسلہ کی تاریخ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اور ماخذ تھے۔ذات میں اَنا اور کبر کا ادنیٰ سا بھی شائبہ نہ تھا اور حقیقی طور پر ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔حضور انور نے فرمایا: میں نے انہیں کامل اطاعت کرنے والا پایا، بیعت کی روح کو سمجھنے والے اور اس کا حق ادا کرنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور خلیفہ وقت اور خلافت احمدیہ کو ہمیشہ ایسے جاں نثار اور خدمت کرنے والے سلطان نصیر عطا فرماتا رہے۔آمین ثم آمین۔

Monthly
Ansarullah
C. Nagar
1391, February 2012
Regd #: FR - 8

Ph: 047-6212982
Fax: 047-6214631
Cell: 0336-7700250
Editor: Ahmad Tahir Mirza
magzine@ansarullahpk.org

’’میں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔‘‘

سیدنا حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ’’الموعود‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی جبکہ خلافت کا کوئی سوال بھی ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ ’’اِنَّ الَّذِینَ اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِینَ کَفَرُوا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ‘‘ ۔یعنی وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائیں گے اُن لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے قیامت تک غالب رہیں گے۔ یہ الہام مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سُنایا اور آپ نے اِسے لکھ لیا۔ یہ وہی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آتی ہے مگر وہاں الفاظ یہ ہیں وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ کہ میں تیرے منکروں پر تیرے مومنوں کو قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ مگر مجھے جو الہام ہوا وہ یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِینَ اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِینَ کَفَرُوا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ‘‘ ۔ جو پہلے سے زیادہ تاکیدی ہے یعنی میں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ یہ الہام جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سُنایا اور آپؑ نے اِسے لکھ لیا۔ میں عرصہ دراز سے یہ الہام دوستوں کو سُناتا چلا آ رہا ہوں۔ اِس کے نتیجہ میں دیکھو کہ کس کس طرح میری مخالفت ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح دی۔‘‘

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 ص 580)